حیات سینا

جسمیں

قطب الاقطاب فرد الافراد حاجی حرمین الشریفین کریم الطرفین حضرت سیدنا و مولانا سید محمد ن القادری البغدادی الاجہری رضی اللہ تعالےٰ عنہ کے حالات و مناقب نہایت محنت و عرقریزی سے جمع کئے گئے ہیں۔ مع اصل کتاب منقبت محمدیہ مؤلفہ حضرت علی شیر شیرازی رحمۃ اللہ علیہ

مرتبہ و مترجمہ

جناب حکیم سید شاہ انیس احمد صاحب قادری داؤدنگری ابن سید شاہ حسن احمد قادری الرزاقی رحمۃ اللہ علیہ

جسے باخذ حقوق تالیف

دار الکتب اشفاقیہ نے کواپریٹو سٹیم پریس لاہور میں چھپواکر شائع کیا

بار اول　　تعداد جلد ۱۰۰۰　　قیمت

باہتمام میاں فیروز الدین، منیجر و پرنٹر

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ؕ

نحمدہٗ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم

مقدمہ

فرزندانِ اسلام کی موجودہ حالت پر نگاہ ڈالتا ہوں تو اندوہ وغم اور حسرت و یاس کے سمندر میں ڈوب جاتا ہوں۔ اور رنج و الم کی جو کیفیتیں طبیعت پر طاری ہوتی ہیں۔ زبانِ قلم کو ان کے اظہار سے عاجز و قاصر پاتا ہوں۔ افسوس کہ دورِ حاضرہ نے ہماری کایا پلٹ دی ہے تعلیم جدید نے ہماری طبیعتوں کو مذہب سے بالکل بیگانہ بنا دیا ہے۔ ہمیں اسلاف سے کوئی نسبت نہیں رہی۔ بزرگانِ سلف کی روحیں ہمارے حال پر مرثیہ خوان ہیں۔ اور ہمارے اعمال و افعال آج اسلام کے لئے موجب ننگ و عار ثابت ہو رہے ہیں۔ مغربی اطوار و عادات اور یورپی طرز و طریق ہماری طبیعتوں پر اس طرح حاوی ہو گئے ہیں۔ کہ اندھی تقلید کے زنجیر و سلاسل کی گرانباری نے ہمارے پائے رفتار کو مجروح اور ہمیں قوتِ عمل سے عاری کر دیا ہے۔ ہم مغرب کی ہر ایک بات پر آمنا وصدقنا کہنے کو تیار ہیں لیکن بزرگانِ سلف کے حالات میں ہمیں بعید از عقل و قیاس باتیں نظر آتی اور ہماری نگاہوں میں یہ داستانیں تقویم پارینہ کا حکم رکھتی ہیں لیکن اگر تمہیں معارفِ حقیقت سے انکار ہے۔ تو تم اس قصے کی نسبت کیا کہو گے جو قرآن حکیم میں مذکور ہے اور جسمیں بتایا گیا ہے ایک مردِ صالح نے ایک یتیم کی کشتی کو ناکارہ کر دیا۔ ایک طفل نونہال کو موت کے گھاٹ اُتار دیا۔ اور لوگوں کی بے مروتی اور ان کے سرد مہرانہ سلوک کے باوجود ایک گرتی ہوئی دیوار کو بلا معاوضہ تعمیر کر دیا۔ اور جن حقائق پر آگاہی پانے کے لئے غایت اضطراب نے حضرت موسیٰ علی

نبینا و علیہ الصلوٰۃ والسلام کو ھٰذا فِرَاقُ بَیْنِیْ وَبَیْنِكَ کے کلمات کے سننے پر مجبور کیا اور پھر تم اس حدیث کی کہ لِیْ مَعَ اللہِ وَقْتٌ لَا یَسَعُنِیْ فِیْہِ مَلَکٌ مُقَرَّبٌ وَّلَا نَبِیٌّ مُرْسَلٌ کی کیا تعبیر کروگے۔ اگر تمہیں فرقان حمید پر یقین ہے اور تم اس پر صدق دل سے ایمان رکھتے ہو۔ اور آیات قرآنی کی رکیک تاویلیں کرنے کے خوگر نہیں تو پھر بتائیے کہ عصا کا اژدر ہونا کیا معنی رکھتا تھا۔ اور ید بیضا کی حقیقت کیا ہے۔ اگر انبیاء بنی اسرائیل مبروص ومجذوم کو شفایاب اور نابینا کو بینا کر سکتے تھے۔ اگر دم عیسوی سے باذن الٰہی مردہ زندہ ہو سکتے تھے۔ تو پھر کیا بفحوائے حدیث نبوی کہ عُلَمَاءُ اُمَّتِیْ كَاَنْبِیَاءِ بَنِیْ اِسْرَائِیْلَ خلاصہ کائنات مفخر موجودات حضور سرور عالم وعالمیان روحی فداہ کے ان برگزیدہ امتیوں سے جنہیں آپ کے نقش قدم پر چلنے کا فخر حاصل تھا۔ ان واقعات وکرامات کا سرزد ہونا ناممکن ہوسکتا ہے۔ تم اپنی عقل نارسا کو قدرت کے کاموں پر حاوی سمجھتے ہو لیکن قدرت کے ایسے سربستہ راز بھی ہیں۔ کہ عقل وفہم کو ان کی کنہ کے ادراک میں عجز وقصور کے اعتراف کے سوا کوئی چارہ نہیں۔ اور ان پیچیدہ گتھیوں کو سلجھانے اور ان لاینحل عقدوں کے حل کرنے میں سائنس کا ناخن تدبیر بھی اپنے آپ کو عاجز وقاصر پاتا ہے۔ پھر کیا عدم علم کو عدم شے کا مترادف قرار دینا خلاف عقل وانصاف نہیں ہے۔ افسوس کہ ہم آیات قرآنی میں تدبر وتفکر سے کام نہیں لیتے۔ ہم نے اپنی کتابوں کو گلدستہ طاق نسیان بنا دیا ہے۔ اور مادہ پرستی نے ہمارے دلوں کو زنگ آلود اور ہماری روحانی حس کو مردہ کر دیا ہے۔ اگر ہم چاہیں تو ہدایت ازلی اب بھی ہماری رہنمائی اور دستگیری کے لئے موجود ہے۔ وَاتَّقُوا اللہَ وَیُعَلِّمُکُمُ اللہُ یعنی تقویٰ اختیار کرو تو خداوند تعالےٰ تمکو علم بخشیگا۔ وہ ہمیں علم وحکمت بخشتا ہے لیکن ہم اس سے راہ گریز اختیار کرتے ہیں۔ وہ ہمیں ظلمت کے دلدل سے نکالتا ہے لیکن ہم ہیں کہ اسی ذوق اسیری میں مسرور وشادمان ہیں۔ اِنْ تَتَّقُوا اللہَ یَجْعَلْ لَّکُمْ فُرْقَانًا۔ اگر تم خدائے تعالےٰ سے ڈروگے تو وہ تمہیں ایک تمیز عطا کرے گا۔ اور پھر کس قدر سیہ بختی اور بے نصیبی ہے۔ کہ نور ہدایت ہمیں اپنے دامن میں جگہ دینے کے لئے تیار ہے۔ مگر ہماری شقاوت ہماری راہ میں رکاوٹیں پیدا کر رہی ہے۔ وَیَجْعَلْ لَّکُمْ نُوْرًا تَمْشُوْنَ بِہٖ

یعنی تقویٰ اختیار کرنے سے اللہ تعالےٰ تمہیں ایک نورِ عطا کریگا۔ کہ جس کے ذریعہ سے تم راہِ راست پر چل سکوگے۔

تم اس واقعہ سے حیران نہو کہ ان برگزیدہ ہستیوں کا وجود تمہاری نظروں سے پوشیدہ کردیا گیاہے۔ کیا تم نہیں جانتے کہ حدیث قدسی میں وارد ہے کہ اَوْلِیَائِیْ تَحْتَ قَبَائِیْ لَا یَعْرِفُهُمْ غَیْرِیْ لیکن اس پر بھی اگر تم مادہ پرستی کی عینک اتار دو۔ اور تقویٰ اور طہارت کے لباس سے آراستہ ہوجاؤ۔ تو تمہاری آنکھیں اس نور کو پالینگی۔ اپنے دل میں طلبِ صادق کا جذبہ پیدا کرو اور اس کے لئے جد وجہد کرو۔ تو رحمتِ الہٰی تمہارے استقبال کو موجود ہوگی۔ مَنْ طَلَبَ وَجَدَّ وَجَدَ۔ اپنے دلوں کو لذتِ درد سے آشنا کرو۔ تو چارہ ساز کا ملنا بھی مشکل نہیں ؎

عاشق کہ شد کہ یار بحالش نظر نہ کرد
اے خواجہ درد نیست وگرنہ طبیب ہست

لیکن افسوس کہ مادہ پرستی اور مکروہات دنیوی کی کدورتوں نے ہماری روحانی حس کو فنا کے آغوش میں دیدیاہے۔ ہماری عمرِ عزیز اکارت جا رہی ہے۔ اور ہمیں اسکی پروا تک نہیں ؎

دانی کہ بر سمندِ سبک رو سوار کیست
عمرِ عزیز تست کہ بر باد می رود

اپنی حالت پر نگاہ ڈالتا ہوں تو دیکھتا ہوں کہ عمرِ عزیز کے چالیس سال گذر چکے لیکن ہنوز روزِ اوّل ہے۔ دنیا کی وادیٔ پُرخار میں قدم رکھا۔ تو نت نئے نظارے نظر سے گذرے۔ گردشِ لیل و نہار نے سینکڑوں رنگ بدلے۔ مختلف صحبتیں دیکھیں۔ بزم طرب میں شریک ہوئے۔ تو ایک نیا رنگ جما دیا۔ طبی رسائل کی طرف توجہ کی تو دفتر کے دفتر سیاہ کر دیئے لیکن جب حقیقت واضح ہوئی تو دنیوی تعلقات سے دل سرد ہوگیا۔ تصوف کی تعلیم آبا و اجداد سے ورثہ میں پہنچی تھی۔ ارباب تصوف کی صحبتوں نے اس شوق کو اور بھی چمکا دیا۔ اور اب یہ حال ہے کہ ؎

جی میں آتا ہے چھوڑ سب کچھ مومن
اک گوشے میں بیٹھے کیجے اللہ اللہ

عالم مشغولیت میں جب ان پاک صحبتوں کا سماں آنکھوں کے سامنے آتا ہے تو عجیب کیفیت طاری ہوتی ہے۔ سلف صالحین کے تذکار کو موجب نزول رحمت جانتا ہوں۔ اور چونکہ خاندانی اور فطری تعلق بھی اس فن سے ہے۔ اس لئے ان کے حالات کے دیکھنے کے سوا کوئی دوسرا شغل پسند نہیں آتا۔

مگر تنہا خوری اپنا شیوہ نہیں۔ چاہتا ہوں کہ دوسروں کو بھی ان صحبتوں میں شریک کرلوں۔ تاکہ انہیں بھی استفادہ کا پورا موقع ملے۔ اس لئے تصوف کی غیر مطبوعہ کتابوں کی تالیف کا سلسلہ بھی شروع کر رکھا ہے۔ کہ شاید میری ان کوششوں سے تشنہ کامان راہ سلوک کی مدعا بر آری ہو اور ممکن ہے کہ سلف صالحین کا اسوۂ حسنہ ان کے لئے خضر راہ کا کام دے۔ اور وہ کاروان رفتہ کے نقوش قدم پر چل کر منزل مقصود تک پہنچنے میں کامیاب ہوں۔ اور پھر روحانیت کی اس سرد مہری کے زمانے میں تو تصوف اور سلوک کے ان انمول موتیوں کو پردۂ خفا میں رکھنا کسی طرح موزون و مناسب خیال نہیں کرتا اور اسی خیال نے مجبور کیا ہے۔ کہ میں ان مجموعوں کو زیور طبع سے مزین کروں۔ اور یہ کتاب جو اسوقت آپ کے ہاتھوں میں ہے اس سلسلے کا پہلا نمبر ہے۔ اور اس سلسلے کا آغاز میں نے اپنے جدِ اعلےٰ سید السادات قطب الاقطاب فرد الافراد حاجی الحرمین الشریفین کریم الطرفین سیدنا و مولانا حضرت سید محمدن القادری البغدادی ثم الہندی الامجہری رضی اللہ تعالےٰ عنہ کی مبارک سوانح زندگی موسومہ بہ "حیات سیدنا" سے کیا ہے۔ حضرت سیدنا کے حالات زندگی متعدد بزرگوں نے شرح و بسط سے لکھے ہیں۔ اور اگرچہ خیال یہ تھا۔ کہ ان تمام حالات کو جو مختلف تذکروں میں موجود ہیں۔ خصوصاً جو حضرت کے ان جلیل القدر خلفا نے مرتب کئے ہیں جنہیں کیا سفر کیا حضر برابر حضرت کی پاک صحبتوں میں شریک ہونے کا شرف حاصل رہا۔ بغداد شریف سے آپ کے ساتھ ہندوستان آئے۔ آخر عمر تک ہمیشہ آپکی خدمت میں حاضر رہے۔ اور آپ کے انتقال کے بعد بھی یہیں قیام فرمایا۔ اور اسی خاک پاک میں آسودہ ہوئے۔ رحمہم اللہ اجمعین۔ منتخب کرکے یکجا جمع کروں۔ لیکن اس کام کیلئے بہت سے وقت کی ضرورت تھی۔ ادھر احباب کا تقاضا تھا۔ کہ یہ حالات جلد سے جلد شائع ہوں اسلئے

سر دست اس خیال کو عملی جامہ پہنانے سے قاصر رہا جن تذکروں کا اوپر حوالہ دیا گیا ہے انمیں سے ایک تذکرہ حضرت علی شیر شیرازی کی تالیف ہے۔ اسمیں آپ نے حضرت سیدنا کے حالات مناقب کی صورت میں جمع کئے ہیں۔ یہ ایک مختصر سا رسالہ ہے۔ سر دست یہی غنیمت سمجھا کہ اس رسالہ کا ترجمہ ہی شائع ہو جائے۔ اس تذکرے کے ملاحظہ سے معلوم ہوگا کہ حضرت علی شیر وہ بزرگ ہیں۔ جو مدت العمر حضرت سیدنا کے ہمرکاب رہے ہے۔ جو واقعات انہوں نے اسمیں جمع کئے ہیں۔ وہ خود انہوں نے اپنی آنکھوں سے دیکھے! ور اپنے کانوں سے سُنے صاحب تالیف علیہ الرحمۃ علم و فضل میں ایک درجہ خاص رکھتے تھے۔ زہد و ورع کے صفات سے متصف تھے! ور اس لئے ان کی زبان سے جو کچھ ہم سنیں گے۔ اسکی صحت و صداقت میں ذرا بھی شک و شبہ کی گنجائش نہیں ہو سکتی۔ اگرچہ یہ رسم متروک ہو چکی ہے لیکن اس خیال سے کہ یہ تصور نہ کر لیا جائے کہ میری تحریر میں خوش اعتقادی کی رنگ آمیزی شامل ہے۔ میں نے اصلی عبارت کو بھی بنظر ثبوت درج کر دیا ہے! ور اس اصل کے مفہوم کو زبان اردو کا لباس پہنا دیا ہے۔ بعض مقامات پر شیخ حسن مکی کے تذکرہ کا حوالہ بھی دیدیا ہے! ور تشریح طلب امور کی حاشیہ میں تشریح کر دی ہے۔

حضرت سیدنا کے وصال کے بعد آپ کے سلسلہ میں اسوقت تک بڑے بڑے اکابر صوفیا گذرے ہیں۔ ان کے حالات زندگی مع اذکار و وظائف و فوائد کے انشاء اللہ العزیز اس سلسلے کی دوسری جلد موسوم بہ اذکار طیبہ مع انساب محمدیہ میں شائع ہونگے! ور امید ہے کہ یہ مبارک مجموعے نور ایمان! ور طمانیت قلب کے بہترین ذرایع ثابت ہونگے۔ والسلام وما توفیقی الا باللہ والیہ المرجع والمآب۔

غرض نقشیست کز ما یاد ماند
کہ ہستی را نمے بینم بقائے

فقیر امیں احمد قادری الرزاقی
داؤد نگر ضلع گیا

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

منقبت محمدیہ

نحمدہٗ و نصلی علیٰ رسولہ الکریم و اٰلہ و اصحابہ اجمعین

سیدنا رضی اللہ عنہ کا نام و نسب شریف و کنیت و لقب

(فارسی)

حاجیٔ حرمین الشریفین کریم الطرفین
العتیقین قطب الاقطاب عبد اللہ الاحد
سیدنا محمد[ف۱] القادری المکی البغدادی الامجہری[ف۲]
اما قادری منسوب است بہ قادر کہ مراد ازان
شیخ عبد القادر جیلانی رضی اللہ عنہ کہ در دریائے
قدرت غوطہ خوردہ بصفت قادر نسبا و خلافتاً
اما مکی منسوب بمکہ ازان کہ سیدنا تا در دو چہار
سال در بیت اللہ نشو و نما چندان یافتہ و ہر
کسیکہ ازانجا بدیارے میگذشت وا وصافش

(اردو)

حاجیٔ حرمین شریفین کریم الطرفین قطب الاقطاب
حضرت سیدنا کا نام نامی و اسم گرامی محمد تھا
آپ کا شجرۂ نسب اور سلسلۂ بیعت غرق دریائے
قدرت حضرت شیخ سید عبد القادر جیلانی تک
پہنچتا ہے اور اسی نسبت سے آپکو قادری کہتے ہیں
بغداد آپکے آبا و اجداد کا وطن مالوف تھا اور
اسے آپکے مولد ہونے کا بھی فخر حاصل ہے۔ کئی
سال تک آپ مکہ معظمہ میں اقامت پذیر رہے
اور اسی سرزمین سے آپکے فیضان کا شہرہ چار

ف۱ آپ کے سلسلہ کے مریدین و معتقدین و اولاد عموماً آپکو سید امیر اور سیدنا کہتے ہیں رضی اللہ عنہ ف۲ آپکی ولادت اقدس سنہ ۸۱۰ھ میں ہوئی اور وصال سنہ ۹۴۰ھ میں۔ اسلئے عمر شریف ایکسو تیس برس کی ہوتی ہے اور آپنے سنہ ۸۴۶ھ میں مناکحت فرمائی اسوقت سن شریف چھتیس سال کا تھا۔ شیخوخت کے زمانہ میں کوئی علامتیں ضعیفی کی سوا سفیدی ریش مبارک کے نمایاں نہ ہوئیں بلکہ چند بال سیاہ ہی تھے کہ آپنے وصال فرمایا۔ قوت جسمانی اعلےٰ درجہ کی تھی کبھی بیمار نہ ہوئے ہمیشہ صحیح و تندرست رہے کئی حج پاپیادہ کئے۔ ہندوستان کی سیاحت اور دوسرے سیر سفر میں ذرا تکان و ماندگی کی شکایت نہ ہوتی۔ ایام وصال تک جو عمر طبعی سے متجاوز کر چکے تھے چہرہ مبارک روشن رہا ف۳ امجہر شریف داؤد نگر ضلع گیا کے شمال مشرقی

برزبانش میرفت مردمان چون ازان فرزند
رسول نشان می جستند مکی میگفتند اما بغدادی
نسب دارد بسوئے بغداد مولد۔ اما اجہری
درہند معروف شد کہ باجہر استقامت او
رضی اللہ عنہ دران نیز مقبرۂ سید درویش[۱]
ابو محمد شمس الدین بن سید کلان کلان عالم ابوالخیر
قطب الدین بن سید عبدالرحیم بن سید عبد
الفتاح بن سید عبدالوہاب بن سید عبدالرحمن
بن سید عبداللطیف بن سید عبدالحی بن سید
عبدالجلیل بن سید عبدالرحیم ابوالقاسم کرم اللہ
رزاقی بن صاحب الحلم والاشفاق حضرت
ابی بکر تاج الدین عبدالرزاق القادری
البغدادی بن حضرت امیر محبوب سبحانی قطب
ربانی غوث الصمدانی حضرت غوث الاعظم
شیخ ابو محمد محی الدین سید عبدالقادر جیلانی
الحسنی والحسینی بن سید ابو صالح موسیٰ جیلی[۲]
منسوب سوئے جیل کہ معروف جیلان است
در عجم گیلان وگیلی نیز خوانند بن سید عبداللہ
زاہدی[۳] نسبت دارد بزاہد وآن صفت پدرش

دانگ عالم میں پھیلا۔ اور اسکے بعد آپ نے موضع
اجہر میں سکونت اختیار کی اور اسی جگہ آپ
مدفون ہوئے۔ اسی وجہ سے آپکو محمدن القادری
المکی البغدادی الاجہری کہتے ہیں۔ آپکا شجرۂ
نسب حسب ذیل ہے۔ محمد بن سید درویش
ابو محمد شمس الدین بن سید کلان کلان عالم ابوالخیر
قطب الدین بن سید عبدالرحیم بن سید عبدالفتاح
بن سید عبدالوہاب بن سید عبدالرحمن بن سید
عبداللطیف بن سید عبدالحی بن سید عبدالجلیل
بن سید عبدالرحیم ابوالقاسم کرم اللہ رزاقی
بن صاحب الحلم والاشفاق حضرت ابی بکر
تاج الدین عبدالرزاق القادری البغدادی
بن حضرت امیر محبوب سبحانی قطب ربانی
غوث صمدانی حضرت غوث الاعظم شیخ
ابو محمد محی الدین سید عبدالقادر جیلانی الحسنی
والحسینی بن سید ابو صالح موسیٰ جیلی بن سید
عبداللہ زاہدی بن سید یحییٰ زاہد بن
سید محمد رومی بن سید داؤد بن سید
ابو عمر موسی الصابر الزاہد المرضا بن سید

(بقیہ حاشیہ صفحہ گذشتہ) گوشے پر آباد ہے اور اس سے پانچ کوس کے فاصلہ پر واقع ہے۔ اجہر شریف کو عام طور پر آستانہ کے نام سے تعبیر کیا جاتا ہے۔

۱؎ یہ اسم مبارک حضرت سیدنا رضی اللہ عنہ کے والد بزرگوار کا ہے ۲؎ جیلی جیل کی طرف منسوب ہے اور جیل جیلان کے نام سے معروف ہے۔ زبان عجم میں جیل کو گیلان اور گیلی بھی کہتے ہیں ۳؎ آپ کے والد ماجد حضرت یحییٰ کو زاہد کی صفت سے موصوف کیا جاتا تھا۔ اور اسی وجہ سے آپکو عبداللہ زاہدی کہتے ہیں۔

بن سید یحیٰی زاہد بن سید محمد رومی[1] نبتش
بطنش روم بن سید داؤد بن سید ابوعمر
موسیٰ الصابر الزاہد الرضا بن سید عبداللہ
المورث بن سید موسیٰ الجون بن سید عبداللہ
المحض بن امام حسن مثنیٰ ابن امام المومنین
حسن مجتبیٰ کہ درشان او قَالَ النَّبِیُّ صَلَّی
اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ هٰذَا اِبْنِیْ سَیِّدٌ
اَبُوْهُمَا مَشْهُوْرٌ فِی الْمَشَارِقِ وَالْمَغَارِبِ
اَسَدُ اللّٰہِ الْغَالِبُ عَلِیُّ ابْنُ اَبِیْ طَالِبٍ
رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْهُمْ اَجْمَعِیْنَ۔
اما کنیت وے رضی اللہ عنہ ابومعین الدین
پوشیدہ نماند کہ سید معین الدین اطال
اللہ عمرہٗ رفع درجاتہ پسر اکبر سید است
ازاں براسم او رضی اللہ عنہ کنیت داشتہ
شد وے رضی اللہ عنہ را لقب حاجیٌ
ووالیٌ وعارفٌ وکاشفٌ وخادمٌ
وعالمٌ وواصلٌ وفاضلٌ وعاقلٌ
وکاملٌ ونقیٌ وتقیٌ ومتقیٌ وسراجٌ
وعزیزٌ ومنورٌ ومامورٌ ومبارکٌ
ومعینٌ وحکیمٌ ومونسٌ ورفیعٌ وقادریٌ
وحافظٌ وواعظٌ ومصلیٌ وکریمٌ وسلیمٌ
ونافعٌ وشریفٌ ولطیفٌ ومحدثٌ ومقرٌ

عبداللہ المورث بن سید موسیٰ الجون
بن سید عبداللہ المحض بن امام حسن
مثنیٰ ابن امام المومنین حسن مجتبیٰ کہ جنکی
شان میں حضور سرورِ کائنات نبی
علیہ الصلوٰۃ والسلام کا فرمان ہے۔ کہ
هٰذَا اِبْنِیْ سَیِّدٌ اَبُوْهُمَا
مَشْهُوْرٌ فِی الْمَشَارِقِ
وَالْمَغَارِبِ بن اَسَدُ اللّٰہِ
الْغَالِبُ عَلِیُّ ابْنُ اَبِیْ طَالِبٍ
رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْهُمْ اَجْمَعِیْنَ۔
سید معین الدین اطال اللہ عمرہ و رفع درجاتہ
حضرت امیر کے خلف اکبر تھے !ور انہیں کے
نام پر حضرت سیدنا کی کنیت ابومعین الدین
مشہور ہوئی۔ آپ بیشمار القاب سے ملقب
تھے چنانچہ ذیل میں چند مشہور القاب حوالہ
قلم کئے جاتے ہیں۔ حاجی۔ والی۔ عارف۔ کاشف
خادم۔ عالم۔ واصل۔ فاضل۔ عاقل
کامل۔ نقی۔ تقی۔ متقی۔ سراج۔ عزیز
منور۔ مامور۔ مبارک۔ معین۔ حکیم۔ مونس
رفیع۔ قادری۔ حافظ۔ واعظ۔ مصلی۔ کریم
سلیم۔ نافع۔ شریف۔ لطیف۔ محدث
مقر۔ عاشق۔ جاسد۔ راکع۔ قائم۔ سخی

[1] آپ کا وطن روم تھا۔ اور اسی نسبت سے آپ کو رومی کہتے ہیں۔

وعاشقٌ وجاسدٌ وذاکرٌ وقائمٌ وسخیٌ
وداعیٌ وخاشعٌ وخاضعٌ وسیدٌ ومویدٌ
ورفیقٌ وشفیقٌ وخلیقٌ ومحققٌ ومدققٌ
وراشدٌ ومرشدٌ وطاهرٌ ومطهرٌ وجمیلٌ
ومعظمٌ ومکرمٌ ومقربٌ ومودبٌ وذاکرٌ
وشاکرٌ وصالحٌ وفاتحٌ وراسخٌ ومظفرٌ
ومنصورٌ وهادیٌ وصادقٌ وجوادٌ
ومحبٌ ومحبوبٌ وحبیبٌ وسعیدٌ و
رشیدٌ وزکیٌ وسالکٌ وزاهدٌ وعابدٌ
وکاظمٌ وحلیمٌ ومحامدٌ ومجاهدٌ ومحمودٌ
ومسعودٌ وواحدٌ ومحفوظٌ وراجیٌ وحمیدٌ
ومکملٌ ومقررٌ وموصولٌ ومقبولٌ و
مطلوبٌ ونمازیٌ ورافعٌ ومنیرٌ وخالقٌ
ومحترمٌ ومریدٌ ومرادٌ وقریشیٌ وهاشمیٌ
ومصطفیٌ ومرتضویٌ وحیدریٌ وحسنیٌ
وحسینیٌ ومخفیٌ وجونیٌ وزاهدیٌ
ومکیٌ وجیلانیٌ وبغدادیٌ واجهریٌ
وجلیٌ وجیالیٌ وجمالیٌ بدانکه قلم قاصر
ازالقاب اوست ؎

داعی - خاشع - خاضع - سید - موید
رفیق - شفیق - خلیق - محقق - مدقق - راشد
مرشد - طاہر - مطہر - جمیل - معظم
مکرم - مقرب - مودب - ذاکر - شاکر
صالح - فاتح - راسخ - مظفر - منصور
ہادی - صادق - جواد - محب - محبوب
حبیب - سعید - رشید - زکی - سالک
زاہد - عابد - کاظم - حلیم - محامد
مجاہد - حامد - محمود - مسعود - واحد
محفوظ - راجی - حمید - مکمل - مقرر -
موصول - مقبول - مطلوب - نمازی
رافع - منیر - خالق - محترم - مرید
مراد - قریشی - ہاشمی - مصطفوی
مرتضوی - حیدری - حسنی - حسینی
مخفی - جونی - زاہدی - مکی - جیلانی
بغدادی - اجہری - جلی - جیالی -
جمالی -

یہ وہ چند القاب ہیں جو زبان زدِ عام تھے لیکن کتابوں
لکھا جاتا ہے زبانِ قلم ان القاب کے اظہار سے عاجز ہے

ولی با وصفِ حق موصوف گردد
بہر یک نام او معروف گردد

حلیہ مبارک

بود وے رضی اللہ عنہ جسیم البدن پیوستہ

سیدنا رضی اللہ تعالےٰ عنہ بدن کے جسیم تھے

شکم و فراخ پیشانی و باریک و کشادہ ابرو
بلند بینی عریض و دراز محاسن سفید مگر چند
موسیاہ ماند کہ ازین جہان انتقال فرمود
عریض بقید ر و انگشتہائے میانہ و کف
دست و قدم دراز و قد ہموار از درازی
کوتاہ و از کوتاہی دراز و سپید دام و چشم
و گوش میانہ داشت ؎ زہے صورت
کہ سیرت خوب دارد * بمثل جبرئیل آن نیک
منظر * بشکل و سیرت و اسم ستودہ *
ز از ذات جد خود بود منور *

آپکا شکم ہوستہ (یعنی دوسرے حصۂ جسم کے
برابر اور اس سے ملا ہوا) تھا - آپکی پیشانی
فراخ تھی - ابرو باریک اور کشادہ تھے بینی
بلند اور ریش مبارک عریض و دراز تھی اور
ابھی تمام بال آپکی ریش مبارک کے سفید نہ ہوئے تھے
کہ آپنے اس دار فانی سے انتقال فرمایا انگلیاں
درمیانہ درجہ کی ہتھیلیاں اور پاؤں لمبے
قد سیدھا اور ہموار نہ بہت لمبا اور نہ پست
بلکہ متوسط درجہ کا - آپ کا رنگ سفید اور
آنکھ اور کان متناسب تھے -

لباس

لباس سیدنا رضی اللہ عنہ دستار سفید
و گرد بستے و پیراہن سپید یا صوف
پوشیدے گاہ گاہے کلاہ لاطیہ سپید
گون یا سبز فام را نیز بر فرق خود جائے
میداد و کلاہ لاطیہ گاہ باشد کہ
باسر متصل بود و کلاہ ناشزہ گاہے خواہند
کہ از سر قدرے بلند تر باشد ہرگز نساختے
سوال کردم از نا داشتن آن - فرمود
لاطیہ بر سر خود رسولنا علیہ السلام داشتہ
و ناشزہ را کافران - نخواہم چیزے را کہ
دین علیہ السلام قبول نہ کردہ و پرچہائے

حضرت سیدنا رضی اللہ تعالے عام طور پر سفید
عمامہ زیب سر فرماتے - کہ جسکی بندش گول ہوتی
تھی - کبھی کبھی سفید یا سبز رنگ کی ٹوپی بھی پہنتے
یہ ٹوپی سر سے ملی ہوئی رہتی تھی - اور اسے کلاہ
لاطیہ کہتے ہیں لیکن آپ کلاہ ناشزہ کا جو سر سے
بلند ہوتی تھی کبھی استعمال نہ فرماتے آپکا پیراہن
مبارک اکثر سفید اور کبھی سیاہ صوف کا ہوتا
تھا - مینے ایکمرتبہ آپ سے کلاہ ناشزہ کے استعمال
نہ کرنیکی وجہ دریافت کی تو آپنے فرمایا کہ کلاہ
لاطیہ تو رسول علیہ السلام کا لباس تھا اور کلاہ
ناشزہ کفار کا ہم نہیں چاہتے کہ جس چیز کو حضور

خود اگر رنگ کردن فرمودے بجز سیاہ وسبز وضع نمودے خصوصاً رنگِ احمر را دوست نمیداشت ۔

علیہ الصلوٰۃ نے پسند نہیں فرمایا اسے اختیار کریں سبز یا سیاہ کے سوا کوئی دوسرا رنگ آپکو پسند خاطر نہ تھا۔ اور سُرخ رنگ سے تو آپکو خصوصیت سے نفرت تھی

منقبت

روزیکہ در سمرقند اقامت داشت مردے سُرخ دستار و پیرہن پوش بدو بازخورد وگفت السلام علیکم جواب سلامش ندادمرا از نیک خوئی او کہ سبقت کردے بر سلام نمودن تعجب دست داد بعد از رفتن آن مرد پرسیدم درین معنے فرمود واقعہ کہ دیدی سنتے از سول ادا شد گفتم چگونہ فرمود۔ قال عبد اللہ بن عمر مر رجل و علیہ ثوبان احمران فسلم علی النبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم فلم یرد علیہ رواہ ترمذی وابوداؤد۔

قیام سمرقند کے زمانے میں ایکروز کوئی شخص سرخ دستار سر پر باندہے اور گلابی انگرکھا پہنے ہوئے آپکی خدمت میں حاضر ہُوا اور آکر سلام عرض کی آپنے جواب نہ دیا اور خاموشی اختیار کی۔ مجھے (حضرت علی شیر شیرازی رحمۃ اللہ علیہ کو) اس بات پر تعجب ہُوا کیونکہ آپ ہمیشہ سلام کرنیمیں دوسروں پر سبقت فرماتے تھے۔ اور جب وہ آدمی چلاگیا تو مینے اس خاموشی کیوجہ دریافت کی آپنے فرمایا کہ اس طرح مینے رسول علیہ الصلوٰۃ والسلام کی سنت ادا کی جیسا کہ عبداللہ بن عمر رضہ سے مروی ہے کہ ایک آدمی رسول علیہ الصلوٰۃ والسلام کے قریب سے گزرا اسکے لباس میں اسوقت دو کپڑے سُرخ رنگ کے تھے اس نے حضور کی خدمت میں سلام عرض کیا مگر آپنے جواب نہ دیا اس حدیث کو ترمذی اور ابوداؤد نے روایت کیا

تحصیل وتکمیل علوم ظاہری

سیدنا رضی اللہ عنہ بعمر ہفت سالگی قرآن خواندن گرفت در مدرسہ حضرت شیخ خلیل اللہ

حضرت سیدنا کی عمر کا ساتواں سال تھا کہ آپ حضرت شیخ خلیل اللہ کے مدرسے میں جو کہ

که یکے از بزرگان بغداد است وعلم قرأت و
حفظِ کلام اللہ از ان قاری زبان نمود وعلمِ ادب
وفقہ وعلمِ ہدایت واصول از حضرت شیخ ابو
اسحاق کوفی کہ یکے از مشائخ کوفہ است
ونسب شریف او بحضرت سید معروف
کرخی منتہی میشود۔ وعلمِ مناظرہ وسماع حدیث
از حضرت شیخ ابوالمکارم جنیدی و شیخ
عبداللہ سعد و شیخ ابوالخیر عبدالرحیم
و شیخ ابو ناصر عبدالغفار نخعی وعلم تصوف
وتفسیر از حضرت شیخ ابوالفرح جنیدی کہ
در علم توحید وتفسیر کمالے داشت ہر گاہیکہ
سن شریف او رضی اللہ عنہ بہ بست و
سہ سالگی رسید در ہر علم طاق آفاق
شد +

اکابرین بغداد سے تھے داخل ہوئے اور ان
سے قرأت اور حفظِ قرآن کی تکمیل کے
بعد آپ نے ادب فقہ اصول فقہ اور حدیث
کی تحصیل کے لئے حضرت شیخ ابو اسحاق
کوفی کی طرف (جو کوفہ کے مشائخ کبار میں
سے تھے۔ اور جن کا شجرہ نسب حضرت معروف
کرخی سے ملتا ہے) رجوع کیا۔ علم مناظرہ اور سماع
حدیث آپنے حضرت شیخ ابوالمکارم جنیدی۔ شیخ
عبداللہ سعد۔ شیخ ابوالخیر عبدالرحیم اور شیخ عبدالغفار
نخعی سے حاصل کیا۔ اور علم تصوف اور تفسیر کیلئے آپنے
ابوالفرح جنیدی کے سامنے (جو علم توحید و تفسیر
میں ید طولیٰ رکھتے تھے) زانوئے شاگردی تہ کیا
غرض ۲۳ سال کی عمر میں ۱۶ سال کی کامل محنت سے
جمیع علوم میں آپنے دستگاہ کامل بہم پہنچائی اور شہرہ آفاق ہوئے

عام سیرت و عبادات و کلام معجز نظام

آن حضرت مجالست وموانست بخواہش
باضعیفان وعلماء وفقراء ومساکین و بیماران
داشتے واگر تونگرے رسیدے باُو
نیز التفات فرمودے لیکن بہ کم توجہی
ونذر و ہدیہ کسے کہ آوردے بغربا و مساکین
دادے۔ وموافق احتیاج اتباع خود
نیز از ان گرفتے۔ وفعل عبث را روانہ

حضرت سیدنا رضی علماء۔ صلحا۔ غربا اور مساکین
کی صحبت کو پسند فرماتے بیماروں کی عیادت اور غمزدوں
کی دلجوئی کرتے۔ بیمار اور دردمند آپکے کلمات سے تسکین
پاتے۔ اور امرا بھی آپکی نظر توجہ سے محروم نہ
جاتے تھے۔ نذریں اور ہدیے بقدر حاجت
خود رکھتے۔ باقی مسکینوں میں تقسیم فرما
دیتے۔ لایعنی کاموں کو آپ پسند نہ فرماتے

داشتے وصلوٰۃ بسیار گذارے واکثر ایام بصوم بسر می برد و سخن کمتر گفتے ٭

اکثر اوقات نماز روزہ میں گذارتے اور باتیں زیادہ نہ کرتے تھے ٭

مَنقبت

وقتے کہ در شہر ملتان ورود نمودہ علماء و فضلا بر وگرد آمدند واز مشکلات علمِ دین می پرسیدند۔ جواب ہر یکے باختصار وافتقار دادے۔ وسکوت گزیدے۔ گفتند زیادہ ترچرا نہ فرمائی۔ بپاسخ گفت کم گفتن نادان بہتر از بسیار از استماع این کلام صاحبدلان انجمن را جوشے وخروشے پدید آمد یکے از علما گفتن آرے آرے کسے کو عالم است۔ خود را نادان تر می داند مَنْ مَدَحَ بِنَفْسِہٖ فَھُوَ حِمَارٌ و آنکہ سالار و سرفراز عالمیان خود را از خوردگان ترمیداند قَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ لَا یَقُوْلَنَّ اَحَدٌ کُمْ اِنِّیْ خَیْرٌ مِنْ یُوْنُسَ بْنِ مَتّٰی الخ

سیاحتِ ہند میں جب ملتان تشریف لائے تو اکثر علماء آپکی خدمت میں حاضر ہو کر علم دین کے اسرار اور مشکلات دریافت کرتے آپ مختصر مگر پُر معنی جواب سے انکی تسلی فرما دیتے اور کوئی حالت منتظرہ باقی نہ رہتی اگر تبہ حاضرین نے آپسے مطالب کو ذرا وسعت کے ساتھ بیان کرنیکی درخواست کی تو آپنے فرمایا کہ نادانوں کا کم بولنا ہی بہتر ہے آپکی زبان مبارک سے اس کلمہ کا نکلنا تھا کہ حاضرین مجلس پر وجد کی کیفیت طاری ہو گئی۔ چنانچہ انمیں سے ایک بزرگ نے فرمایا کہ سچ ہے جو عالم ہوتا ہے وہ اپنے آپ کو نادان ہی کہتا ہے۔ جو اپنی تعریف آپ کرتا ہے۔ وہ گدھا ہے۔ دیکھنا حضور علیہ الصّلوٰۃ والسّلام سرور عالم و عالمیان ہیں مگر کیا فرماتے ہیں کہ تم میں سے کسی کو نہ چاہئے کہ مجھے یونس علیہ السّلام سے بڑا کہے ٭

صغر سنی کے حالات

خبر کردم را شیخ الشیوخ کہ نامم طلحہ بود

حضرت شیرازی رحمۃ اللہ شیخ الشیوخ حضرت طلحہ

بعد حصول علم ظاہری در مکہ و مدینہ و اطراف آن نمودہ اشتیاق مذہب صوفیا در دل پدید آمد۔ و از طرف درویشان خبر داشتم۔ از ان ہمہ سلسلہ قادریہ خوشش آمد کہ ہیچ کار ایشان مطعون و خلاف شریعت نہ، ازین ہم بسیاری از علمائے وعقلا این خانوادہ را پذیرفتہ اند چون شوق بر شہباز محبت روح در جنبش آمد پرواز کرد چون با طعمہ ہدایت بہ بغداد پیوست ازانجا کہ سید السنت فرزندان محبوب سبحانی شیخ عبدالقادر جیلانی بسیار متوطن آنجا اند تا رسید بخانقاہ قدوۃ المحققین امیر سید درویش محمد قادری مجلسے آراستہ دیدم پُر از بزرگان قادریہ و دران میان سیدنا نیز نشستہ و دران زمان دہ سالہ بود۔ در دل گذرانیدم ہر کہ مرا اَنتَ مِنّی گوید من از وے توبہ کنم کہ سیدنا برخاست وگفت یَا طَلْحَہ اَنْتَ مِنِّیْ من بپایش افتادم و گفتم صدق قول رسول اللہ علیہ السلام من سَعِدَ سَعِدَ فِیْ بَطْنِ اُمِّہٖ و خواستم تا توبہ بدستش کنم فرمود اکنون نابالغم و تو جوانے چنیں روا نباشد و نیز صحیح بلا مرجح جائز نہ، خاموش ماندم ادب

قدس سرہٗ کی زبانی روایت کرتے ہیں کہ جب میں (حضرت طلحہ) حرمین شریفین میں علوم دینیہ کی تحصیل سے فارغ ہو چکا تو میری طبیعت میں تصوف کا ذوق پیدا ہوا۔ اتباع سنت کا شوق غالب تھا اور اکثر علما اور صلحا بھی طریقہ عالیہ قادریہ میں بیعت کرنا اپنے لئے موجب برکت و سعادت سمجھتے تھے اسلئے مجھے اس کے سوا اور کسی طریقے میں بیعت پسند نہ تھی۔ جذبۂ شوق نے بغداد کی طرف رہنمائی کی۔ جہاں اسوقت محبوب سبحانی حضرت شیخ سید عبدالقادر جیلانی رضی اللہ تعالٰی عنہ کی اولاد میں سے بہت سے بزرگ موجود تھے تو توفیق رفیق ہوئی اور ہدایت ازلی کی مساعدت سے قدوۃ المحققین امیر سید درویش محمد قادری رحمۃ اللہ علیہ کی خانقاہ میں پہنچا جو حضرت غوث پاک کے جانشین تھے۔ میں اسوقت مسند ارشاد و ہدایت پر متمکن تھے وہاں گیا تو آپکے حلقہ میں بڑے بڑے بزرگوں کو مؤدب پایا انہیں میں حضرت سیدنا بھی موجود تھے۔ اور اسوقت آپکی عمر صرف دس سال کی تھی میرے دلمیں یہ خطرہ گذرا کہ جو کوئی مجھے "اے طلحہ تو مجھ سے ہے" کے کلمے سے مخاطب کریگا۔ اسی کے ہاتھ پر توبہ کرونگا۔ اس خطرہ کے میرے دلمیں گذرنے کی دیر تھی کہ حضرت سیدنا اٹھے اور آپنے فرمایا کہ یا طلحہ انت منی میں فوراً آپکے قدم مبارک پر گر پڑا۔ اور عرض کیا کہ میں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام

جرات جواب نداد لیکن در خاطر خطرہ راہ داد
کہ اگر اقتداء شاب چنین درست نبود
پس چرا قَالَ اللّٰهُ تعالیٰ یَا یَحْیٰی
خُذِ الْکِتَابَ بِقُوَّۃٍ ط وَاٰتَیْنٰہُ
الْحُکْمَ صَبِیًّا وَسَلَامٌ عَلَیْہِ
یَوْمَ وُلِدَ وَیَوْمَ یَمُوْتُ وَیَوْمَ
یُبْعَثُ حَیًّا ونیز چون عیسیٰ علیہ السلام
را زاد و در شہر آورد مردمان از وی پرسیدند
کہ تو با کدامی بودی و آن چگونہ پیدا کردی
فَاَشَارَتْ اِلَیْہِ ط قَالُوْا کَیْفَ نُکَلِّمُ
مَنْ کَانَ فِی الْمَھْدِ صَبِیًّا
قَالَ اِنِّیْ عَبْدُ اللّٰہِ اٰتٰنِیَ
الْکِتٰبَ وَجَعَلَنِیْ نَبِیًّا وَسَلَامٌ
عَلَیَّ یَوْمَ وُلِدْتُّ وَیَوْمَ اَمُوْتُ
وَیَوْمَ اُبْعَثُ حَیًّا۔ سیدنا خطرہ ام
از کشف دریافت و فرمود تبسم کنان
اے طلحہ تو کہ عالم ہستی نمیدانی کہ یحییٰ و
عیسیٰ نبی و رسول اللہ بودند ایشان بلا
واسطہ ہدایت از خدا دارند و رہنمائے در
حال صغیر و کبیر یکسان باشد و طائفہ
اولیاء و فقراء کہ از اُمتیان محمد علیہ السلام
اند تا کہ امتیان محرم بر ہمہ اقوال و احوال او
عامل بر معمولات او نشوند و دیگرے را رہنمائی

کے اس فرمان کا کہ "جو سعید ہوتا ہے وہ ماں کے
پیٹ ہی میں سعید ہوتا ہے"۔ آپکو مصداق پاتا
ہوں میں نے حضرت سیدنا سے بیعت کی درخواست
کی۔ تو آپ نے فرمایا کہ میں ابھی تک بلوغ شرعی کو
نہیں پہنچا اور تم جوان ہو اقتدا نابالغوں کی جائز
نہیں اور اس سے ترجیح بلا مرجح لازم آتی ہے اگرچہ
پاس ادب کیوجہ سے جواب کی جرات نہ ہوئی لیکن خطرات
کا ہجوم تھا کہ سینے میں جوشزن تھا۔ سوچتا تھا کہ
ہدایت و رہنمائی تو اللہ کیطرف سے ہوتی ہے وہ
چاہے تو آج کے نو مولود سے یہ کام کرا سکتا ہے
جیسا کہ قرآن مجید میں موجود ہے "اے یحییٰ اٹھالے
کتاب قوت سے اور دیا ہم نے اسکو حکم بچپن میں۔ اور
سلام اُسپر جسدن پیدا ہوا ور جسدن مرے اور جسدن
اٹھ کھڑا ہو جی کر"۔ اور ایسا ہی دوسری جگہ حضرت
عیسیٰ علی نبینا و علیہ الصلوٰۃ والسلام کی شان میں
ارشاد ہوتا ہے "پھر ہاتھ سے اشارہ کیا اس
لڑکے کیطرف تو انہوں نے کہا کہ ہم کیونکر بات
کریں اس سے جو ابھی گود میں ہے۔ لڑکا بولا کہ
میں بندہ ہوں اللہ کا۔ مجھکو اس نے کتاب دی ہے
اور مجھکو نبی کیا اور مجھپر سلام ہے جسدن میں پیدا
ہوا اور جسدن مروں اور جسدن کھڑا ہوں جیکر"۔
اپنے نور باطن سے حضرت سیدنا نے میرے ان
وسوسوں کو معلوم کرلیا۔ اور مسکرا کر فرمایا اے طلحہ تم

نمایند۔ اگرچہ پردہ از چشم ایشان برخاستہ
ودل از نور الٰہی آراستہ و بذریعۂ
توحید پیراستہ، اما شرائع وسلوک
بے تعلیم کمتر معلوم شود نادانستہ
فرض وسنت دین محمدی از خود رائی
نوایجاد کردن فعل اہل بدعت وکار
نفس امارہ است وخود روے ہر آئینہ
بچاہ ضلالت افگند چون ازان غنچۂ
ہدٰے این بوئے ہدایت شامیدن
دماغم را خوشی حاصل انجامید در خدمتش
ماندم وبوئے عقیدت من استوار
گردید پس بعد ازان کہ عمر شریفش بست
وہفت سالگی رسید گل چمن انجمن
شد اعیان دل خواص وعام بر بوس
بجبت الحال تمام برکشید ومن بگوشہ
آداب نشستہ ہیماندم باخودم را توبہ
داد ونامم حسن بنہاد۔ فرمود کردار تو
نیز حسن شدہ آمدہ است خواہد بود
انشاء اللہ تعالےٰ ؎

چو دیدم شد حسن کو بود طلحہ
بپرسیدم ازان نیکو بنامش
بگفتا ہر کہ بند د بر یکے دل
حسن گردد بر آید جملہ کامش

عالم ہو کر اس قسم کے خطرے دلمیں لاتے ہو
کیا تمہیں معلوم نہیں کہ حضرت یحیٰی اور حضرت
عیسیٰ علیہما السلام نبی تھے۔ اور وہ بھی
بضرورت بچپن میں مرتبۂ نبوت پر فائز ہوتے
تھے۔ انبیاء کرام علیہ الصلوٰۃ والسلام بلاواسطہ
خداوند تعالےٰ سے فیضان حاصل کرتے ہیں
اور خلق کی رہبری اور رہنمائی کیلئے وہ عمر کی
قید سے آزاد ہیں لیکن اولیاء کرام کا یہ حال نہیں
امتی کا دل اگرچہ نور الٰہی سے منور ہو اور تمام
پردے ورحجاب اسکی نظروں سے مکشوف ہوچکے
ہوں لیکن جبتک کہ وہ انبیا علیہم السلام
کے احوال و اقوال کا پوری طرح محرم اور انکے
معمولات پر عامل نہ ہوچکا ہو۔ ارشاد وہدایت
خلق کا کام انجام دینا اسکی شان کے شایان
نہیں۔ اور اس قسم کی خودسری انسان کو
چاہ ضلالت میں گرادیتی ہے"۔ حضرت طلحہ فرماتے
ہیں کہ ان باتوں کے سننے سے میرے دلمیں عقیدت اور
بھی بڑھی بیٹھے اپنی بیعت کو سیدنا کی مرضی پر چھوڑا
اور اسی روز سے حضرت کی خدمتمیں حاضری کو لازم
جانا جب آپکا سن شریف ۲۷ سال کا ہوا تو آپ نے
خود طلب فرماکر میری بیعت لے لی اور ارشاد فرمایا
کہ تیرے خصال حسن ہیں اسلئے آج سے تیرا نام حسن
ہوگا چنانچہ اسروز سے میں اسی نام سے مشہور ہوگیا

مَنْقَبَتْ

شنیدم سیّدنا رضی اللہ عنہ در ایام صغر بگورستان می رفت و میگریست و می خندید یکے از خدم والا او ازان حالت پرسید گفت من بینم بعضے از اہل قبور را کہ میان راحت و گنج و دیگرے مبتلا بہ بلا و رنج۔ گفتمش ثواب و عذاب در قیامت و در بہشت و دوزخ است نہ اینجا، جواب داد نہ شنیدہ قَالَ النَّبِيُّ عَلَيْهِ السَّلَامُ اَلْقَبْرُ رَوْضَةٌ مِّنْ رِيَاضِ الْجَنَّةِ وَحُفْرَةٌ مِّنْ حُفَرَاتِ النِّيْرَانِ! اورا حیرانی دست داد کہ درین کودکی این حدیث آوردو آموخت و کرامت ازلی حاصل کرد۔ درحال کشف مفہوم نمود فرمود متعجب مشو قَالَ اللّٰہُ تَعَالٰی یَهْدِیْ مَنْ یَّشَاءُ ہدایت می رساند کسے را کہ می خواہد ؎

ہر کسے را کہ کشف ایزد داد

عالم الجہر والخفی گردید

٭ ٭ ٭ ٭

حضرت سیدنا اکثر بچپن ہی سے گورستان میں جایا کرتے۔ لیکن کبھی تو روتے اور کبھی خوش ہوتے۔ ایک روز آپ اسی طرح حسب معمول زیارت میں مشغول تھے کہ آپ کے خدام میں سے کسی نے آپ سے اس کا سبب دریافت کیا آپنے جوابدیا کہ اگر اہل مزار کو بشاشت و راحت میں پاتا ہوں تو خوش ہوتا ہوں اور انہیں معذب دیکھکر مغموم۔ خادم نے کہا کہ ثواب عذاب قیامت کے بعد جنت و دوزخ میں ہوگا نہ عالم برزخ میں آپنے فرمایا بہت درست مگر نہیں سنا کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا ارشاد ہے۔ "قبر جنت کے باغوںمیں سے ایک باغ اور دوزخ کے گڑھونمیں سے ایک گڑھا ہے"۔ اس صغر سنی میں اسطرح حفظ احادیث اور یہ کشف و کرامت دیکھکر خادم کو حیرت دامنگیر ہوئی۔ آپنے بنور باطن اسکے اس خطرہ پر آگاہی پاکر فرمایا۔ کہ تعجب کا کوئی مقام نہیں اللہ تعالےٰ جسے چاہتا ہے ہدایت کی نعمتوں سے مالامال کردیتا ہے

خدا کے دین کا موسیٰ سے پوچھئے احوال

کہ آگ لینے کو جائیں پیمبری مل جائے

منقبت

زپیرے شنیدم سالے تنگدستی بمن
روئے داد و فوج ناداری حصن صبر
مرا برشکستہ طوفان گریہ از چشم فلک
رسیدہ زمین رخسارۂ مرا پُر از آب ساختہ
روئے بفقر پائے آوردہ در عدول بہ
صدائے نقرہ مہیب برق گرسنگی در
خرمن وجود من انداختہ دران زمان سیدنا
تا ہنوز ہفت سالہ بود۔ کہ بخانہ ام
درآمد و فرمود ترا چہ چیر تنگری در می
آرد گفتم فقر اضطراری بخواری مرا
بخاک یکساں ساختہ از استماع این
کلام کلوخے برداشت و فاتحۃ الکتاب
خواند درحال زر طلا شد بمن داد
و برفت ، ہمسائیگان کہ بران قدر
زر دیدند بگرفتند کہ تو دفینہ یافتہ مایان
رانیز شریک کن والا راز تو افشا
کنم تا ارکان دولت شاہنشاہی
ترا مقید گردانند ہمدرین گرفتاری
ماندہ بودم کہ وے رضی اللہ عنہ آمد و
گفت ببیند از کلوخ خاکین را انداختم
ہیجان شد ہر یکے پشیمان گشتہ

اسی منقبت کو حضرت شیخ حسین مکی رضؓ نے اس
طرح پر نقل کیا ہے۔ کہ ایک بوڑھے شخص سے
روایت ہے۔ وہ فرماتے تھے کہ ایکسال فقر و فاقہ کے
سبب سخت عسرت میں مبتلا ہو گیا زندگی وبال
جان ہو گئی۔ یہانتک کہ رشتۂ صبر ہاتھ سے نکل
چکا تھا۔ کہ ایکروز سیدنا میرے مکان پر تشریف
لائے اسوقت آپکی عمر سات سال سے زیادہ نہ
ہو گی آپنے دریافت فرمانے پر مینے آپکی خدمت میں
اپنی مجبوریوں کا اظہار کر کے عرض کیا کہ فقر و فاقہ
نے نوبت یہانتک پہنچادی ہے کہ اب ننگ و
ناموس بھی خاک میں مل گئے آپکو میری حالت
زار پر رحم آیا ایک مٹی کا ڈھیلا اٹھایا اور اس پر
سورۂ فاتحہ دم فرما کر مجھے دیدیا مینے دیکھا تو
وہ ڈھیلا خالص سونیکا ہے۔ آپ تشریف لے
گئے تو مینے فروخت کیغرض سے وہ سونا ہمسایوں
کو دکھلایا! اسے دیکھکر انکے منہ میں پانی بھر آیا انہوں
نے کہا کہ معلوم ہوتا ہے کہیں سے کوئی دفینہ
تمہارے ہاتھ لگا ہے اگر ہمیں بھی اسمیں شریک کر لو
تو بہتر ورنہ حکام کو اطلاع دیکر تمہیں قید کرا دینگے
مجھے سخت اندیشہ دامنگیر ہوا کہ اتنے میں حضرت
سیدنا واپس تشریف لے آئے اور فرمانے لگے کہ

بخانہ ہا باز گشتہ پس فرمود خذها
ولا تخف من احد فعادها
اللہ سیرتها الاولی بر داشتم
در زمان زر گشتہ بود، عرض داشتم
یا مقبول اللہ چرا نفرمودی خذها
ولا تخف من احد سنعیدها
سیرتها الاولی در غضب شد
وگفت نیستم فرعون انا ربکم دانم
و سنعیدها خوانم و نہ خانہ تو وادی
مقدس است و نہ موسیٰ با آن خطاب
بتو رسید از شنیدن این کلمات بہ
پائے افتادم وگفتم گناہم عفو فرمائی
کہ از راہ بیخبری زر غفلت بحکم سمع
میکشیدم فرمود توبہ کن بدرگاہ خدائے
ہر گاہ سخت گناہ کردی، و مرا این
نصیحت تا بعمر بکار آید ہر گز برچون
تو ابلہ رحم نکنم از آنچہ رحم نمودن بر
نادان در عصیان انداختن اوست الخ

اس مٹی کے ڈھیلے کو پھینک کیوں نہیں دیتے"۔
میں نے اسے زمین پر ڈال دیا فوراً ہی وہ سونا مٹی ہو
گیا۔ یہ کیفیت دیکھکر وہ سب کے سب پشیمان اپنے
اپنے گھروں کو چلے گئے۔ سیدنا نے فرمایا" اسے
اٹھا لے اور کسی سے نہ ڈر اللہ نے اسے پہلی سیرت
پر لوٹا دیا یعنی سونا بنا دیا"۔ جب میں نے اسے اٹھایا
تو بلا فرق وہ ویسا ہی سونا تھا۔ میں نے کہا کہ آپنے
اس طرح کیوں نہ فرمایا کہ "اسے اٹھا لے اور کسی
شخص سے خوف نہ کر میں نے اسے پہلا ہی سا بنا دیا۔
یہ سننا تھا کہ آپ بہت ناراض ہوئے اور فرمایا میں
فرعون نہیں ہوں جو انا ربکم الاعلیٰ و
سنعیدها کہوں تیرا گھر وادی مقدس نگیا
اور تو موسیٰ ٹھہرا میں نے دست بستہ معذرت کی
آپ نے مجھے توبہ کی ہدایت کی اور فرمایا کہ
مجھے اس واقعہ سے تمام عمر کے لئے یہ نصیحت تو
ملگئی کہ آیندہ تم ایسے نادانوں پر رحم اور انکے سامنے اس
قسم کی کرامتوں کا اظہار نکروں۔ کیونکہ اس قسم کے لوگوں
پر التفات انہیں گناہ و معصیت میں مبتلا کردینے برابر ہے

منقبت

روزے کودکان ہمسایہ بر دیوار سوار
شدہ بودند سیدنا رضی اللہ عنہ در
آمد یکے از کودکانش کہ ہمسایہ شے (?)

ایکروز سیدنا کے ہمسایہ کے لڑکے ایک
دیوار پر کھیل رہے تھے کہ آپ بھی وہاں
پر آ گئے۔ انہوں نے ہم عمر سمجھکر اوپر بلایا

بود گفت بیا تو ہم سوار شو بازی نما اُو رضی اللہ عنہ فرو نگریست مغاکے دید کہ از خاکش دیوار را بر داشتہ دران است و گفت مرا خیر درین است نشستن ہیچ بازی خوش نمی آید۔ یکے از جوانان آنجا حاضر بود پرسیدش این چہ طبع ترا پسند آمدہ کہ دیگران بالائے دیوار تو زیر آن۔ فرمود نمی بینی آسمان را باین رفعت کہ بر زمین پست سرنگون افتادہ۔ انانکہ بالا بند زیر آیند و بفراغت بر بلندی نتوانند نشست مانند من در مغاک، گفت نوا این جواب ہمسائیگان را چرا ندادی فرمود نشنیدہ تَکَلَّمِ النَّاسَ عَلٰی قَدْرِ عُقُوْلِہِمْ جوان در حیرت افتاد و گفت باین ہوش ترا با طفلاں چہ کار۔ فرمود با طفلان و جوانان و پیران و بے ادبان و مودبان و ہر خلقت خدائے موانست میگیرم و از ہر یکے نہجے تعلیم میشوم من شاگرد ہر کسان و ناکسانم از ان صحبت ہر یکے مرا ناگزیر است، جوان بپائے بوس مشرف شد ؎

کسی را کہ دانش لطافت گرفت
بہ آتش چو آتش بہ آب است آب

آپ نے انکار کیا اور اسی دیوار کے نیچے ایک گڑھے میں ٹھیرے رہے۔ ایک جوان انکی کھیل کا تماشہ دیکھ رہا تھا۔ اس نے کہا کہ آپ بھی اوپر ہی جاکر کیوں نہیں کھیلتے۔ اس گڑھے میں میٹھے رہنے سے کیا حاصل؟ آپ نے فرمایا۔ "تعجب ہے کہ تم ایسا کہتے ہو۔ کیا نہیں جانتے کہ ہر شے مرکز کی طالب ہے۔ چاہے وہ کتنی ہی رفعت کیوں نہ حاصل کرلے مآل کار وہ پستی کیجانب مائل ہوتی ہے۔ آسمان کو نہیں دیکھتے کہ باہنیمہ عظمت و رفعت وہ زمین پر سرنگون ہے قدرت کو یہ ترفع اور بلندی نہیں بھاتی انجام کار ہر ایک رفعت پستی میں اور ہر بلندی خاک مذلت میں مل جاتی ہے جوان یہ جواب سنکر بہت متاثر ہوا اور آپکی خدمتمیں عرض کیا کہ اس فہم و ذکا کے باوجود لڑکوں کے ساتھ آپکا کھیل میں شریک ہونا کیا معنی رکھتا ہے آپ نے جواب دیا کہ دنیا میں عالم و جاہل طفل و جوان غرضیکہ ہر کس و ناکس اور ہر طبقہ کے لوگوں سے موانست اپنے لئے ناگزیر سمجھتا ہوں اسلئے ممکن ہے کہ کہیں سے کوئی مفید چیز حاصل ہوجائے اس جواب سنکر تابہ رہی اور فرط عقیدت سے آپکے قدموں پر گر پڑا

بہر کس شود باز چون نور پاک
بود باد در باد با خاک خاک

منقبت

روزے در ایام صغیر سیدنا رضی اللہ عنہ بگذشت بر سرِ طائفہ کہ آفتاب می پرستیدند لسبودائے خام سر بسجدہ سوئے مشرق بردہ و خورشید عقل ایشان بمغرب کفر فرو گشتہ آن سیاہ دلان بہ بازرگانی می رفتند از چند روز در بغداد مقام داشتند تا نفع از مال دنیوی بدست آرند و حالیکہ قاطع الطریق ابلیس در شب تیرہ خانگی نقد خود را از گنجینۂ سینہ ہر یکے بُردہ چون اُو رضی اللہ عنہ بر ایشان آمد و فرمود۔ چرا سجدہ می کنید چیزے را نہ نفع دہد شما را نہ ضرر کردن پیش قادرے باید نہاد کہ عز وجل او را چندین نور داد۔ تا شمع شبستان مقیم و مشعل راہ مسافران باشد۔ قبول نکردند۔ وے رضی اللہ عنہ خاموش ماند۔ خدا تعالےٰ بر آن گردن خواہی روئے داد و حشر بر ایشان وانمود اشد اند شما شبان دیدند ہم در خواب مسلمان شدند و از آن خوف برجستند و در پائے سیدنا رضی اللہ عنہ افتادند و کلمہ شہادت برزبان راندند

اسی منقبت کو شیخ حسین بکی رحمۃ اللہ علیہ نے اس طرح پر لکھا ہے۔ کہ ایک گروہ سوداگروں کا بتجارت کیغرض سے بغداد میں ٹھہرا ہوا انکا مذہب ان کا آفتاب پرستی تھا۔ وہ اپنے زعم باطل میں آفتاب کو اپنا معبود بناتے ہوئے تھے لیکن اس امر سے غافل تھے کہ خود ان کا خورشید عقل کفر کی تاریکیوں میں چھپ گیا ہے۔ وہ دنیا کے حقیر خزف ریزوں کے دلدادہ اور متاع دنیوی کے شیدائی تھے مگر اپنی غفلت سے یہ نہ سمجھتے تھے کہ انکی وہ لازوال دولت جسے ایمان کہتے ہیں طاغوتی قوتوں کے ہاتھوں تباہ و برباد ہو چکی ہے حضرت سیدنا کو اس طرف گذرنیکا اتفاق ہوا۔ آپ نے انہیں آفتاب کی پرستش کرتے ہوئے دیکھکر فرمایا۔ کہ تعجب ہے تم آفتاب کو پوجتے ہو کونسی بات ہے جس نے تمہیں اسکی الوہیت کا قائل بنا دیا ہے کیا تم نہیں دیکھتے کہ تغیر موسم تو کیا ابر کا ایک چھوٹا سا ٹکڑا بھی اسکی چمک اور گرمی کو زائل کر دیتا ہے رات کی تاریکی جب اسے اپنے دامن میں چھپا لیتی ہے تو اسکی چمک دمک اور گرمی سب کافور ہو جاتی ہے۔ پھر کیا اسحالت میں

وعوض داشتند طریقہ خود بنا تلقین فرمائی فرمودند من کودکم نادیدہ کتاب چہ گونہ بشنا فتوئی دہم بشرع محمدی صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم، بروید پیش علما تا شمارا احکام وارکان۔ اسلام وایمان بیاموزند ہر یکے بموجب حکم عالی رولعالی آوردند وقرآن تعلیم شدند وازمسائلِ دینی بہرہ مند گشتند۔ راوی روایت کرد ایشان پنجاہ تن بودند کہ بدرخواست سید بہدایت رسیدند۔ الخ

اسے خدا سمجھنا کمئ فہم کی دلیل نہیں۔ اگرچہ آپ کی تقریر سے وہ لوگ بہت متاثر ہوئے لیکن انہوں نے ایک بچے کی باتوں سے آبائی دین سے انحراف خلاف مصلحت سمجھا۔ سیدنا کا تصرف دیکھئے کہ اسی رات انہوں نے حالات محشر اور عذاب قبر کے آثار اپنے اوپر طاری پائے۔ صبح ہی وہ سب آدمی جنکی تعداد پچاس سے کم نہ ہوگی حضرت کی خدمت میں حاضر ہوکر دولت اسلام سے مشرف ہوئے اور آپکی ہدایت کے مطابق علماء کرام سے ارکان واحکام اسلام کی تعلیم حاصل کی۔

کلامِ معجز نظام

بدان فہمک اللہ تعالےٰ سیدنا رضی اللہ عنہ اکثر اوقات بلغات عربی وفارسی سخن گفتے۔

حضرت سیدنا رضی اللہ تعالےٰ عنہ عام طور پر عربی اور فارسی زبانمیں گفتگو فرمایا کرتے تھے۔

منقبت

درسیاحت وسفر وے رضی اللہ عنہ ہر کجا کہ رفتے فی الحال در کلام مثل مردمان آن دیار در آمدے۔ چون بر سرحد ہند رسید بامشائیخان ہند زبان ایشان داشت وبہ لفظ آنزا کما ینبغی ے گرد۔ ضد اشتم یا سیدنا در لغات ہند

شیخ حسین مکی اور حضرت کے دیگر خلفا کی تحریروں سے پتہ چلتا ہے کہ آپکا کلام مختصر اور پُرمضمون ہوتا تھا۔ مواعظ و خطابت میں آپکو دستگاہ کامل حاصل تھی اور آپکی خوش بیانی آپ کے معاصرین کے لئے موجب رشک تھی۔ سیاحت کے دنوں

ازہر زبانہا حروف بیشتر است۔ چنانچہ کسے غیر از مردمان این اقلیم نتواند۔ ہمہ حروف این دیار ادا نمود مثل ایشان کہ بسخت ترین زبان گویا نند، ما یان ہر چند کہ میکوشیم بغایت فصاحت این گفتار نمیرسیم باعث چیست، فرمود آدم علیہ السلام را خدا از بہشت درسراندیل افگندو او بہر زبانہا واقف بود قال اللہ تعالے عَلَّمَ اٰدَمَ الْاَسْمَآءَ کُلَّھَا دال بران است بہر گفتارے کہ خواستے سخن گفتے درلغت ہند ازان حروف بسیار شد کہ مشتمل بر زبانہاست الخ

میں جہاں جہاں آپکا گذر ہوتا۔ وہاں کی زبان میں گفتگو فرماتے تھے۔ چنانچہ جب آپنے سرزمین ہند میں ورود فرمایا تو یہاں کے مشائخ اور زمینداروں سے ہندی زبان میں ہی مباحثے اور مناظرے کئے جب آپ سے ہر ملک کی زبان میں اس حیرت انگیز فصاحت کے ساتھ بات چیت کرنے کے متعلق سوال کیا گیا۔ تو آپ نے فرمایا۔ کہ جنہیں عَلَّمَ اٰدَمَ الْاَسْمَآءَ[1] کُلَّھَا کی میراث پہنچی ہے۔ ان کے لئے یہ امر کوئی مشکل نہیں وہ ہر زبان میں گفتگو کرسکتے ہیں *

مجاہدہ ومخالفت نفس

مَنْقَبَتْ

شنیدم درابتدائے حال سیدنا رضی اللہ عنہ اکثر سفر بیابان کردے وبذکر الٰہی ہمدران مشغول بودے۔ اگر کسے بدو چیزے دادے نخوردے ولیکن گرفتے دلش ملول نساختے وبفقرو

حضرت ابتدا ہی سے فقر و ریاضت کیطرف مائل تھے۔ غربت میں عسرت کا ہونا لازم تھا مگر آپ ہمیشہ راضی برضا اور شاکر بخدا رہے۔ فاقوں پر فاقے کئے۔ مگر ذکر باری اور عبادت الٰہی میں برابر مشغول رہے

[1] خداوند تعالےٰ نے آدم علیہ السلام کو تمام نام سکھائے *

فاقہ شب و روز بسر بردے و بحور شش
کہ ملکوت بدان مخصوص منیت از دست
اینها بہ ارث جدی مشرف گشتے چنانچہ
قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَآلِهٖ
وَسَلَّمَ اِنِّيْ لَسْتُ كَاَحَدِكُمْ
اَبِيْتُ عِنْدَ رَبِّيْ وَهُوَ يُطْعِمُنِيْ
وَيُسْقِيْنِيْ۔

روایت کرد شیخ الشیوخ حسن کہ بعد
از حصول علم صوری سیدنا رضی اللہ عنہ بمجاہدہ
و مخالفت نفس از حکم و اشارہ پدر بزرگوار
در بیشۂ قرن پائے نہاد و ہمراہش بودم دو
سال گذشتہ کہ ہیچ طعامے بردہنے نبردے
و روزہ بجز از یک برگ گیاہ خورد افطار نکردے
چنانچہ زیر حلق شدے و تا شکم نرسیدے
و روز و شب بصلوٰۃ و اوراد و خواندن قرآن
شریف و دیگر اشغال الٰہی مشغول بودے
و ہیچ گاہے وے رضی اللہ عنہ را ضعف و
لغزش پائے در قیام و قعود و رکوع و سجود
راہ ندادے و خواب بر چشمش ساعتے نشتافتے
و پائے دراز برائے آرام نہ نمودے ع

طالب دیدار حق بگذاشتند
از دل آرام و شہوت بر نفس

آپ پر حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی یہ
حدیث کہ "میں تم لوگوں میں سے ایک کی
طرح بھی نہیں ہوں۔ رات گذارتا ہوں
اپنے رب کے پاس اور وہی مجھے کھلاتا
پلاتا ہے۔" پوری طرح صادق آتی تھی۔
لوگ آپ کے لئے کھانا لاتے کبھی تو آپ انکے
پاس خاطر کیلئے رکھ لیتے مگر اسکی طرف التفات نہ فرماتے۔

شیخ الشیوخ حضرت حسن رحمۃ اللہ
علیہ فرماتے ہیں۔ کہ سیدنا بعد حصول
علوم ظاہری اپنے والد بزرگوار کے
اشارہ سے قرن کے جنگل میں دو
سال تک تزکیہ قلب و تصفیہ نفس
کے لئے ٹھیرے رہے میں بھی ساتھ تھا۔
ہمیشہ روزے رکھتے۔ جنگل کے درختوں سے
ایک آدھ پتی استعمال فرماتے! افطار اسی
سے ہوتا اور کوئی دوسری غذا استعمال نہ
ہوتی مگر ضعف و نحافت کا نام تک بھی نہ تھا
ہمیشہ نوافل و تلاوت قرآن و اذکار باری
تعالیٰ میں مشغول رہتے۔ راتوں کو ذرا نہ
سوتے۔ آرام کرنے کے لئے پاؤں بھی
نہ پھیلاتے۔ رضی اللہ عنہ! اور اسی حال
میں دو سال گذر گئے ∴

منقبت

در بیابان مذکور یکبار چند ستمگاران
رسیدند سیدنا و مرا بگرفتند و به بندگی بردند
خواستم تا دعائے بد در حق آنها کنم سیدنا
رضی اللہ عنہ فرمود اے دم در کش
ترا آوردہ ام با خود تا مخالفت با نفس
کنی نہ از برائے موافقت با او و بہتر ازین
شکستن سرکش چیزے نیست خواجگی
بہ از غلامی و بندگی نہ ازانکہ نفس بر مخدوم
غالب و بر خادم مغلوب و مفعول جز
فاعل نیاید و نزد فاعل جز مفعول نہ۔

تا توانی تو باش خادم وار
در عبادات بہ ز خدمت نیست

چون سیدنا و مرا بردند بکار ہیزم کشی
معین ساختند و ہیزم فروشان را
نگہبان کردند تا پشتوارہائے می آوردیم
سیدنا در آمد و رفت قرآن را بختم
می رسانید و نماز قضا نمیکرد تا روزے
با ہیزم برداران می آمدیم کہ شیرے
سر راہ گرفتہ می آمد ہر یکے از ترس
بر جا ساکن مثل حلقہ ساکن گرد گرد گشتہ
زیر و زبر می شدند دران وقت پیش او

شیخ الشیوخ شیخ حسن رحمۃ اللہ علیہ فرماتے
ہیں۔ کہ ایکبار چند ستمگار اسی جنگل میں
آئے مجھے اور سیدنا کو گرفتار کر کے خدمت
کے لئے لیگئے۔ اسوقت میں نے بد دعا
کرنی چاہی۔ حضرت نے کہا اے حسن تو
نفس کشی کے لئے میرے ساتھ شامل ہوا
ہے نہ موافقت نفس کیلئے! ور نفس کشی کا اس
سے بہتر کیا سامان ہو سکتا ہے بہرحال غلامی
خواجگی سے بہتر ہے یہ تو محض ادنے آزمائش ہے
اس سے گھبراتے کیوں ہو ؎

زانکہ مخدوم بے ہنر باشد
کبر از ہر گنہ بتر باشد

جب وہ ستمگار ہمکو اپنے گھر لیگئے تو ہمیں
لکڑیاں کاٹنے اور بوجھ ڈھونے کے کام پر
لگایا اپنے ملازموں کو ہم پر نگران کیا ہم
دونوں کیطرح اور کتنی مظلوم بھی ان ظالموں
کے پنجۂ ستم میں گرفتار تھے۔ برابر لکڑیاں
کاٹکر گٹھے باندھ کر لایا کرتے۔ سیدنا اس آمد و
رفت میں برابر قرآن شریف پڑھتے رہتے
نمازیں ادا فرماتے یاد مولا میں غفلت نہ
کرتے ما شاء اللہ جب مخلصی کا دن قریب آیا

راہِ ہدیٰ گفت اُقْتُلُوا الْمُوذِیَاتِ
قَبْلَ الْاِیْذَاءِ وَلٰکِنْ لَا اَطْلُبُ
النَّصْرَ مِنْکُمْ اِلَّا بِاللّٰہِ۔ آن
نادانان دانستند مگر مارا میگوید گفتند
کرا زہرۂ آن باشد کہ مقاومت با
غضنفر نماید و نیز میگوئی طلب نمیکنم
از شمایش حدیث صلی اللہ علیہ و آلہ
وسلم چرا میگوئی کہ بکشید موذیان را پیشتر
از ایذا۔ سیدنا فرمود شما آزردہ نشوید
ملائکہ از من پرسیدند کہ پلنگ برین
بیچارگان رسید درین باب چہ فتوے
میدہی آن زمان حدیث مذکور بجواب
برگفتم ولیکن آگاہش دادم تا ندانند
کہ نصرت و پناہ از ایشان میجویم بجز خدائے
تعالے بپاسخ یکے از ان ناکسان گفت
این چہ دروغ است کہ میگوئی و بر آن
چہ دلیل داری فرمود ازین گفتار من
خدائے تعالیٰ جان او از قالب بیرون
کرد و بر جائے خشک استادہ ماندہ است
بتفحص حال چند کس رفتند او را مردہ
یافتند بر آن ستمگار خبر کردند۔ او سیدنا
و مرا خلاصی داد و بپائے در افتاد و عذر
خود درخواست سیدنا رضی اللہ عنہ فرمود

خدا نے اس کا سامان بھی مہیا کیا۔ وہ یہ کہ ایک روز
حسبِ معمول ہم اور ساتھیوں کے ساتھ لکڑیاں
لئے آ رہے تھے کہ دفعتاً جنگل کی راہ سے ایک
شیر آتا ہوا نظر آیا۔ سب لوگوں پر خوف مسلط
ہو گیا اور وہ اِدھر اُدھر چھپنے کی کوشش کر رہے
تھے کہ حضرت اسکے آگے جاکر ہدیٰ خوان ہوئے
اور زبان مبارک سے فرمایا۔ موذیوں کو ایذا دینے
سے پہلے ہی مار ڈالو۔ مگر میں تم سے مدد نہیں چاہتا
سوائے خدا کے۔ یہ نادان بارکش سمجھے کہ ہمیں کو
کہتے ہیں۔ بولے کس کا زہرہ ہے جو شیر سے
مقابلہ کرے۔ تم مارنے کو کہتے ہو اور پھر یہ بھی
کہ میں تم سے مدد نہیں چاہتا۔ حضرت نے جواب
دیا "میں تم سے نہیں کہتا۔ فرشتے جو ہمارے
تمہارے نگہبان ہیں وہ مجھ سے پوچھتے ہیں
کہ شیر تم لوگوں پر آ پہنچا کیا کہتے ہو؟
میں نے انہیں جواب دیا ہے"
ان میں سے ایک نے کہا کہ یہ سب جھوٹ
ہے۔ اگر کوئی دلیل رکھتے ہو پیش کرو
حضرت نے کہا خدا کے حکم سے وہ مر چکا
ہے جاؤ دیکھو! جب وہ اس کے قریب
گئے تو اسے مردہ پایا۔ یہ خبر جب ان
ستمگاروں کو ہوئی تو انہوں نے آپ سے
معذرت چاہی۔ آپکو اعزاز سے رخصت

از تو ہیچ تقصیر واقع نشدہ ومن
از تو خوشنم ؎
بزرگان کشیدند محنت بسے
چو دعوت الی الحق بنی کرد راست

فرمایا آپ نے انہیں تشفی دی اور کہا کہ تمہارا کوئی
قصور نہیں میں تم سے خوش ہوں۔ خدا حافظ
زہر ناکساں جور ہا رنگ رنگ
روان شد بدندان او سنگ سنگ

دعوتِ خلق الی الحق

منقبت

می فرمودے رضی اللہ عنہ چون عمر بہ بست و
ہفت سالگی رسید۔ اکثر در خلامے
شنیدم کہ گویندہ میگفت چرا دعوت
حمکنی لبوئے من مردمان را ہر گاہیکہ
نگاہ میکردم کسی را نمیدیدم تا بعد چند
روز بحکم واشارت پدر بزرگوار بدعوت
خلق الی الحق مشغول شدم"۔
و نیز می فرمودے رضی اللہ عنہ کہ در
بست سالگی مرا پدر بزرگوار گفت وقتے
را ضائع مگذار بروز در تحصیل علوم ظاہری
لبسر ہم و شب را بہ اذکار الٰہی و
زیارت قبور اولیاء بغداد آخر کن ہمچنان
میکردم تا بروحانیت امام موسیٰ کاظمؑ
و جدی سید محی الدین شیخ عبدالقادر
جیلانی فائدہائے بیشمار برداشتم۔ ہر گاہیکہ

شیرازی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں کہ سیدنا
رضی اللہ عنہ فرماتے تھے کہ جب میری عمر
ستائیس سال کی ہوئی تو میں خلوت میں اکثر
یہ آواز سنا کرتا تھا۔ کہ کوئی پکارنیوالا مجھے پکار
کر کہتا ہے کہ تو دعوت حق کیوں نہیں کرتا
جب میں نگاہ کرتا تو کسی کو موجود نہ پاتا۔ اس
واقعہ کے تھوڑے دنوں کے بعد اپنے والد بزرگوار
کے ارشاد سے دعوت حق کے فرض پر مامور
ہوا حضرت سیدنا یہ بھی فرماتے تھے۔ کہ جب
میں بیس سال کا ہوا تو مجھے والد بزرگوار نے
یہ فرمایا کہ اوقات عزیز کو ضائع نہ کرنا چاہئے
دن کے وقت تو تحصیل علوم میں مصروف اور
رات کو ذکر و عبادت میں مشغول رہنا اور بغداد
کے اولیاء کبار کے قبور کی زیارت سے مستفید
ہونا چاہئے۔ چنانچہ بہ تعمیل ارشاد ایسا ہی کیا اور

حکم شد از جناب ایشان کہ بسوئے نجف
روی از پدر خود اجازت طلبیدہ سفر
گزیدم شش ماہ در نجف ماندم و بروحانیت
مرتضوی مستفید می شدم و در ظاہر
با بزرگان نجف میرفتم، علم احادیث
و مناظرہ را میخواندم از آنجا بکربلا رفتم
از روحِ امام حسینؑ بہرہ مند شدم
تا کہ ایام حج نزدیک رسید بکعبہ شدم
و حج گذاردم و زیارت قبر اسمٰعیل
علیہ السّلام نمودہ روئے بہ بیت المقدس
آوردم کہ قبلہ مہتر داؤد علیہ السّلام
است و در معراج پیغمبر نا علیہ السّلام
را جبرئیل علیہ السّلام آنجا باخود بردہ
امام الانبیاء والرسل گرداندہ بعالم
بالا بردہ، و نزدیک بعضے آن است کہ
معراج مصطفوی از مسجد اقصٰے بیش نبود
بدلیل قال اللہ تعالےٰ سُبْحَانَ الَّذِیْ
اَسْرٰی بِعَبْدِہٖ لَیْلًا مِّنَ الْمَسْجِدِ
الْحَرَامِ اِلَی الْمَسْجِدِ الْاَقْصٰی
اما مذہب اہلِ تحقیق چنان است کہ از عرش
بالا گذشت و عروج او قریب لامکان بود
چنانچہ در حدیث معراج مذکور است، اما
ہفتدہ روز سیدنا محمد ن القادری در انجا

حضرت امام موسیٰ کاظم علیہ السّلام اور جدی سیدی
محی الدین شیخ عبدالقادر جیلانی رضی اللہ عنہ
کی ارواح طیبہ سے بحساب فیضان حاصل
کیا اور آپکی طرف سے نجف اشرف کی سیاحت
کا حکم ہوا۔ چنانچہ اپنے والد بزرگوار کی اجازت سے
وہاں گیا اور چھ ماہ تک نجف اشرف میں مقیم رہ
کر روح پر فتوح مرتضوی سے مستفیض ہوا۔
علاوہ بریں وہاں کے علمائے کرام سے علم حدیث
اور مناظرہ کی تحصیل بھی کرتا رہا۔ پھر وہاں سے
کربلائے معلّےٰ پہنچا۔ ارواح شہدائے کربلا خصوصًا
امام حسین علیہ السلام کی روح پر فتوح سے
بہرہ اندوز ہوا جب زمانہ حج کا آیا تو اسکے
ارکان مکہ معظمہ میں جا کر ادا کئے۔ اور حضرت اسمٰعیل
علیٰ نبینا و علیہ السّلام کے مزار مقدس کی زیارت
سے فارغ ہو کر بیت المقدس کا رُخ کیا۔ جو حضرت
مہتر داؤد علیہ السلام کا قبلہ ہے! ور یہی وہ
مقام ہے کہ جہاں شب معراج میں حضور سرور
کائنات محمد مصطفےٰ صلے اللہ علیہ و آلہ وسلم
جبرئیل علیہ السلام کی معیت میں پہلے پہل
تشریف لائے۔ جیسا کہ آیت سبحان الذی
اسریٰ الخ سے ثابت ہوتا ہے اور یہیں سے
آپ عالم بالا کو تشریف لے گئے[1]۔ سترہ روز
بیت المقدس میں مقام کیا۔ اور انبیاء کرام کے

[1] بعض کا قول ہے کہ شب معراج میں حضور علیہ الصّلوٰۃ والسلام کی سیر کا منتہا مسجد اقصیٰ تھی لیکن محققین کا اس امر پر اتفاق ہے کہ
آپ عرش بریں سے بالاتر مقام تک پہنچے۔ چنانچہ حدیث معراج میں اسکی کیفیت شرح و بسط سے درج ہے۔

درنگ فرمود، هر شب بروحانیت انبیاء و رسل
بهره مند می شد و هر روز با علماء ظاهر افاده
و استفاده در میان می آورد، بدانکه مقابر
اکثر انبیاء در انجا واقع شده است مثل
یحییٰ و عزیر و ذکریا وغیرهم علیهم السلام پس
روئے براہ آورد گذرش بکوه طور افتاد از انجا
که جائے دلپسند بود چند روز در انجا توقف
فرمود و معراج موسیٰ علیہ السلام ہمان جا
واقع شد و معجزات او را ہم بکوہِ طور خدائے
تعالےٰ تعلیم فرمود۔ چنانچہ قال اللہ تعالےٰ
وَہل اتٰیکَ حدیث موسیٰ پس از انجا
سیر و سفر کناں باز بہ بغداد آمد۔ چون قدوۃ
العارفین سیّد درویش محمد قادری دید
کہ حصول علمِ ظاہری کردہ و علم باطنی را
نیز بپایہ عالی رسانیدہ گفت تا ہنوز
ہیچ کارے نکردی زیراچہ اگر سالک درین
راہ صد ہزار سال رود ہنوز قدمے نہ
رفتہ باشد ہر چند کہ قرب الٰہی حاصل
کند دم مَا عَرَفْنَاكَ حَقَّ مَعْرِفَتِكَ
زدہ باشد سیدنا رضی اللہ عنہ گفت فرمان

ارواح مثلاً حضرت یحییٰ و عزیر و ذکریا علیہم
السلام سے مستفید ہوا۔ اور وہاں کے
علماء سے بھی استفادہ کرتا رہا۔ بعد
ازاں کوہِ طور[1] کی سیاحت کی۔ چونکہ یہ
ایک دلپسند مقام ہے۔ وہاں بھی چند روز
قیام کیا۔ بعد ازاں سیر و سفر کرتا ہوا بغداد
واپس آکر اپنے والد بزرگوار سید درویش
محمد قادری کی خدمت میں حاضر ہوا۔ اگرچہ
آپ میرے کمالات ظاہری و باطنی پر
مسرور ہوئے۔ لیکن فرمایا کہ ابھی تم نے
کچھ بھی نہیں کیا۔ اس لئے کہ علم تصوف
وسلوک ایک بحرِ ناپیدا کنار ہے اگر سالک
ہزار سال بھی اس راہ میں چلے تو بھی اس
راہ میں اس کا یہ مجاہدہ پہلا قدم ہوگا اور
منازلِ قرب طے کرنے کے باوجود بھی عارف
کو چاہئے کہ ما عرفناک[2] حق معرفتک کے سوا
اور کوئی کلمہ زبان سے نہ نکالے۔ حضرت
سیدنا فرماتے ہیں کہ اپنے والد بزرگوار کی
زبان مبارک سے یہ کلمات سُنے تو عرض کیا
کہ جو ارشاد ہو بجا لاؤں۔ چنانچہ آپ کے

[1] کوہ طور وہ مقام ہے کہ جہاں حضرت موسیٰ علیہ السلام کو معراج حاصل ہوئی۔ اور اسی جگہ آپکو معجزات کی تعلیم ہوئی۔ جیسا کہ اس آیت سے ظاہر ہوتا ہے کہ ھل اتٰیک حدیث موسیٰ۔

[2] نہیں پہچانا ہم نے تجھکو حق پہچاننے کا۔

بردارم ہرچہ فرمائی بجا آرم تا باذن آن مرشد کامل رو بہ بادیہ نہادہ وچہار سال در بیابان بعبادت الٰہی گذرانیدہ دو سال چیزے نخوردہ افطار بہ برگ گیاہے نموُدے و دو سال بقدرے کہ میوہ ہائے بیابانی بنظرش خود بخود رسیدے تناول کردے و درخت وجوئے بیفتادے۔ پنجم سال باز بملازمت پدر خود را رسانید از جناب امرِ شد کہ برو سوئے مدینہ و در مسجد نبویؐ معتکف باش گفت وشنود چون ترا از ہر طرف صدائے اُدْعُ الْخَلْقَ اِلَی الْحَقِّ آنجا بگوش رسد اعتماد مکن تا کہ صورت مصطفوی علیہ السلام بر تو حاضر آمدہ بفرماید، وقتیکہ از پیغمبر زمان حکم شود در نگ نکنی بہ این مژدہ برخاست تا خود را بمدینہ رسانید شش ماہ در مسجد مصطفوےؐ اعتکاف گزید تا بران سعادت ابدی موصوف گردید یعنی بروحانیت پیغمبر علیہ السلام مشرف و مستفید شد و ندا غیب لاریب از الہام ربانی و ایمائے رسُول سبحانی بگوش ہوش مبارک اور سید و بروحانیت امام حسن علیہ السلام نیز در انجا استفادہ کردہ

زہے سعادتِ آنکس کہ رہنما دارد
وگر ہدایت او را کند ز عالمِ روح

حکم کے مطابق چار سال تک بیابان میں عبادت الٰہی میں مشغول رہا۔ دو سال تک تو یہ کیفیت رہی کہ برگ گیاہ کے سوا اور کسی چیز کا استعمال نکیا اور دو سال تک جنگلی میووں پر بسر اوقات کی پانچویں سال والد بزرگوار کیخدمت میں حاضر ہوا آپ نے فرمایا کہ مدینہ طیبہ جاکر مسجد نبوی میں اعتکاف کرو۔ یہ آواز کہ "بلا خلق کو حق کی طرف" ہر طرف سے سنائی دیگی۔ مگر اس ندائے غیبی کیطرف التفات نہ کرنا جب تم پر خاص صورت مصطفویؐ ظاہر ہو کر متوجہ ہو تو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے حکم اور ہدایت پر عمل کرنا اور اسمیں تاخیر سے کام نہ لینا چنانچہ والد بزرگوار سے یہ حکم پاکر مدینہ منورہ کیطرف روانہ ہوا اور چھ ماہ تک مسجد نبویؐ میں معتکف رہنے کے بعد وہی صورت پیش آئی جسکی آپ (والد بزرگوار) نے بشارت دی تھی۔ یعنی میں روحانیت پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے مستفیض ہو کر ہدایت کے کام پر مامور ہوا اور اسی جگہ امام حسن رضی اللہ عنہ کی روح پاک سے فیضان حاصل کیا۔

میان عالمِ دنیا چنانکہ بد درویش
علیؓ حسینؓ و حسنؓ دگر رسُولِ قریش

مَنْقَبَت

بدانکه مامورشد آنحضرت بدعوت خلق
الی الحق در سنہ ہشتصد وسی وہفت ہجری
میفرمود اول کسے راکہ خرقہ پوشانیدم وتوبہ
کنانیدہ بہ بیعت باطنی در روم آن شیخ الشیوخ
حسن بود وبعدہٗ شیخ المشائخ محمد مجذوب را و
ایشان را قبل ازین ذکر وشغل آموزانیدہ
بودم لیکن چون مامور نبودم دعوت بسوئے
حق نکردہ بودم کہ عبارت از بیعتِ صوفیہ
وآگاہ گردانیدن رازے راکہ درگوش از
جانب نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم رسیدہ
است۔

سیدنا ۸۳۷ھ ہجری میں دعوت حق کیجانب
مامور ہوئے فرماتے تھے اول اول جس
شخص نے میرے ہاتھ پر توبہ اور بیعت
کی وہ شیخ الشیوخ طلحہ الملقب بہ حسن تھے
جو خرقۂ خلافت سے بھی مشرف ہوئے اور انکے بعد
شیخ المشائخ محمد مجذوب کو یہ نعمت ملی اس سے
پہلے انہیں صرف ذکر وشغل کی تعلیم تو کر چکا تھا
جب میں دعوتِ حق کے لئے مامور ہوا تو انہیں
خرقۂ خلافت پہنایا اور اس راز سے واقف کیا
کہ جو سینہ بسینہ حضور انور صلعم سے عارفین تک پہنچا
ہے۔ کیونکہ بیعت صوفیہ سے غرض یہی ہے۔

مَنْقَبَت

از شیخ الشیوخ شیخ حسن مرویست کہ از
ہماں روز مردمان برسیدنا گرد آمدند
وتوبہ بدست سید مینمودند کہ در شمار
نمی آمد۔ الخ ؎

کسی را کہ مہتر خدائے کند
کہ تا جمع آیند از دور دور

شیخ الشیوخ شیخ حسن سے روایت ہے
کہ دعوت حق پر ماموری کے دن سے اتنے
لوگ حضرت سیدنا کے حلقۂ ارادت میں داخل
ہوتے تھے کہ انکا شمار حیطۂ اختیار سے باہر ہے

بدلہائے مردم صدائے کند
نہ پیچند گردن از و پرغرور

مَنْقَبَت

روایت کرد شیخ الشیوخ مذکور و ابو الخیر

شیخ الشیوخ شیخ حسن اور ابو الخیر عبداللہ جو

عبداللہ کہ یکے از خدام قبر رسولنا
صلے اللہ علیہ و آلہ وسلم بودہ و
توبہ بدست سیدنا رضی اللہ عنہ
نمود کہ روزے سیدنا رضی اللہ عنہ
را در مدینہ معظمہ عجب حالتے روئے
داد کہ مدہوشانہ می نمود و کف مثل
دریائے کہ از جوش با خروش بر ساحل
افگند جاری بود و دران حالت می
فرمود ؎

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے روضہ مطہرہ
کے خادموں میں سے تھے اور جنہوں نے
حضرت سیدنا کے دست مبارک پر بیعت کی تھی)
فرماتے ہیں کہ ایکروز ہمنے حضرت سیدنا کی عجیب حالت
دیکھی جسطرح بحر ذخار کی متلاطم موجیں جوش و خروش
کیحالت میں لب ساحل پر کف پیدا کر دیتی ہیں اسیطرح آپ
پر سکر و مدہوشی کیحالت طاری تھی۔ آپ کے
دہن مبارک سے کف جاری تھا اور آپ یہ
عربی اشعار پڑھ رہے تھے ؎

سَقَانِیْ سَیِّدِیْ کَوْثَرْ زُلَالًا[1]
عَطَانِیْ رُوْحُ جَدِّیْ لِیْ وِصَالًا
فَقَالَ الْجَدُّ لِیْ وَ لَدِیْ کَرِیْمٌ
لَکَ الدَّرَجَاتُ عِنْدَ اللّٰہِ تَعَالٰی
فَلَا خَوْفٌ لَکَ لَا الْحُزْنُ یَوْمًا
لَکَ قَصْرٌ مِّنَ الْفِرْدَوْسِ اَعْلٰی
سَمِعْتُ قَوْلَ جَدِّیْ فَرِحَ قَلْبِیْ
وَدَفَعَ اللّٰہُ مِنْ قَلْبِیْ مَلَالًا

شیخ المشائخ شیخ محمد نیز آنجا حاضر بود
بجرأت تمام نزدیکش رضی اللہ عنہ
رفت جرعہ ازان کف دہانش چشیدہ

شیخ محمد بھی اسوقت وہاں موجود تھے انہوں نے بڑی
جرات سے کام لیا کہ حضرت سیدنا کے کف دہن کو خود
پر پڑا تھا چاٹ گئے۔ اسکا چاٹنا تھا کہ آپ پر بھی وہی

[1] میرے سردار نے میرے لب کام کو زلالِ کوثر سے شیریں کام فرمایا اور میرے جد امجد کی روح پر فتوح نے مجھے دولتِ وصال سے مالامال کیا + میرے جد امجد نے مجھے کریم کے لقب سے مخاطب فرماتے ہوئے ارشاد کیا کہ بیٹا تیرا مرتبہ خداوند تعالےٰ کے نزدیک بہت بلند ہے + بس اب تیرے لئے بفحوائے آیہ کریمہ کہ لاخوف علیہم ولاہم یحزنون "حزن اور خوف کی کوئی وجہ نہیں"۔ کیونکہ فردوس اعلیٰ میں تیرے لئے قصر تیار ہو رہے ہیں + جب میں نے اپنے جد اعلیٰ یعنی حضور نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی زبان فیض ترجمان سے یہ بات سُنی تو میرے دل کو فرحت حاصل ہوئی اور اللہ تعالےٰ نے رنج وملال کی گھڑیوں کو دور کر دیا +

عین دریائے سکر گردید

گفت ~~

اَنَا نُوْرٌ وَ نُوْرُ اللّٰہِ نُوْرِیْ

کہ سید بحالتِ اصلی باز آمد و در غضب شدہ گفت یا شیخ مجذوب اُسکت ازان بمجذوبیت معروف شد و بر وفق حکم عالی سکوت ورزید ہر جا کہ می بُردندش می رفت و کلمات سیدنا چہ در وعظ چہ در قرأت بسمع و لسبکت جز از اقتداء امامت نکردو گاہے فی اللسان بلادہ الانسان را کہ السُّوالُ ذُلٌّ وَاِنْ کَانَ مِنَ اَبَوَیْن نکشود ہر چہ داد سے خوردے و چون و چرا بر زبان گاہے نبردے ~~

کیفیت طاری ہوگئی اور اسحالت میں آپ نے یہ شعر پڑھنا شروع کیا ~~

فَلَا لِیَ الْحُزْنُ لَا وَقْتِیْ زَوَالًا

حضرت سیدنا ہوش میں آئے تو شیخ محمد کی زبان سے یہ شعر سنکر بہت ناراض ہوئے اور فرمایا کہ "شیخ مجذوب خاموش ہوجا"۔ اس روز سے شیخ محمد مجذوب کے نام سے مشہور ہوئے اور اپنے پیرو مرشد کے حکم کی یہانتک تعمیل کی کہ باوجود اسکے کہ تمام عمر آپکی رفاقت میں رہے مگر کبھی لب سے بھی کبھی لب ہلایا بیشک آدمی کی بلا اس کی زبان میں ہے اگر کسی نے دیدیا کھالیا ورنہ فاقہ کیا اور کبھی کسی کے سامنے دست سوال دراز نکیا ہیچ ہے کہ سوال ذلت ہے اگرچہ ماں باپ ہی کیوں نہ ہو اگرچہ شیخ مجذوب کے منہ پر مہر سکوت لگی ہوئی تھی مگر حقیقت میں انکی یہ حالت تھی ~~

می بود محو بنور معبود

گم کردہ در و تمام مقصود

چون ایام حج رسید از مدینہ بکعبہ آمد و حج با عمرہ بجا آورد و این بار ہشت سال درنگ بمکہ نمود چنانچہ شمہ ازین جمعیت بالا رفت و لبسیار از خواص و عوام بخدمتش شتافتہ بقدر حوصلہ

جب حج کا زمانہ آیا تو حضرت سیدنا مدینہ منورہ سے مکہ معظمہ میں تشریف لائے اور حج وعمرہ ادا کرنیکے بعد ہمیں آٹھ سال تک قیام فرمایا جیسا کہ پہلے بھی کسیجگہ مذکور ہوچکا ہے وہاں کے اکثر خواص وعوام آپکے حلقہ ارادت میں داخل ہوئے جو شخص آپکی خدمت میں حاضر ہوتا حسب استعداد

سے میں نور ہوں اور اللہ کا نور میرا نور ہے بس میں رنج وغم کی قید سے اور زوال کے خوف سے مخلصی حاصل کرچکا ہوں ۔

خود بہرہ ور گشتہ۔
شیخ کریم الدین حسین کہ عالم الدہر
ویکے از خدام کعبہ بود مرید گردید
واز اہل اللہ شد و برابر مردمان
گروہ گروہ می آمدند و فائدہ مند می
شدند ؎
ہر آن گل کہ از گل معطر شود

آپکے فیضان سے بہرہ اندوز ہوتا۔
شیخ کریم الدین حسین مکی جو علامۂ روزگار
اور خدامِ کعبہ میں سے تھے۔ وہ
بھی آپ کے ہاتھ پر شرفِ بیعت
سے مشرف ہوئے اور آپکی عنایات و توجہات
سے عارف باللہ ہوئے ؎
زبوئے خوش او نیز خوشتر شود

چو آبے کہ از قند شیریں کنی
ازو پس لبِ چند شیریں کنی

مَنْقَبَتْ

ہرگاہیکہ مرا ازبیم قَالَ اللّٰہُ تعالےٰ
فَاَمَّا مَنْ طَغٰی وَاٰثَرَ الْحَیٰوۃَ
الدُّنْیَا فَاِنَّ الْجَحِیْمَ هِیَ
الْمَاْوٰی وبمژدہ وَاَمَّا
مَنْ خَافَ مَقَامَ رَبِّهٖ وَ
نَهَی النَّفْسَ عَنِ الْهَوٰی
فَاِنَّ الْجَنَّةَ هِیَ الْمَاْوٰی
عزم بر قَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ
عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ وَسَلَّمَ
اُقْتُلُوْا اَنْفُسَكُمْ بِسُیُوْفِ
الْمُجَاهِدَاتِ وَالْمُخَالِفَاتِ
آمدہ در مجاہدات و مخالفت روزہا را

شیرازی رحمۃ اللہ علیہ اپنی بیعت کی کیفیت
کو اس طرح حوالۂ قلم کرتے ہیں کہ جب کلامِ الٰہی
کی ان آیات کہ جنکا ترجمہ یہ ہے "پس جس نے
سرکشی کی اور دنیا کی زندگی کو اختیار کیا پس
تحقیق اسکا ٹھکانہ دوزخ ہے" اور جو کوئی ڈرا
اپنے پروردگار کے آگے کھڑا ہونے سے اور اپنے جی
کو خواہشات سے منع کیا پس بہشت ہی اسکی جگہ رہنے
کی" مجھ پر خوف و رجا کی کیفیتیں طاری کردیں
تو مینے رسول کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی
اس حدیث پر عمل کرنیکا مصمم ارادہ کرلیا کہ "تم
نفس کی ہوا و ہوس کو مجاہدہ اور مخالفت کی
تلواروں سے ہلاک کرو" اور میں یہاں تک ریاضت

بہ شب آوردم و شب ہا را بروز کردم نہ در دیدہ خواب و نہ دل را آرام۔ ازانجا کہ الرفیق ثم الطریق ضرور است تا آن نبود کارے بر نیاید ؎

و مجاہدہ میں مصروف ہوا کہ دن رات ایک کر دیئے کرب و اضطراب کا یہ عالم تھا کہ نہ تو آنکھوں میں نیند رہی تھی۔ اور نہ دلکو قرار حاصل تھا اس خیال سے کہ رفیق طریق کی صحبت ہی سفر کی صعوبتوں کو ہلکا کر سکتی ہے کسی خضرِ طریقت کیلئے چشم براہ تھا

گہے دو دیدہ را پُر آب کردم
گہے دل را سوئے گرداب بردم

تا شبے از شبہائے بدرگاہِ خبیر از نالۂ رَبِّيْ اَخْبِرْنِيْ مِنْ اَحْوَالِيْ بسیار زدم، در خواب جوانے را دیدم کہ نزدم می آید و می فرماید اگر در راہ مجاہدت و فقر قدم نہادہ رفیق شفیق تو منم و نیز ترا بہ منزل مقصود رسانم ہیچ غم در دل میار نامش پرسیدم فرمود انا محمد ن البغدادی الجیلانی در نظر بصلاح و تقوٰے آراستہ و بصد خوبی و حال کہ روا بود در آمد دلم بدو گرائید بدست اُو توبہ کردم و خرقہ کہ در بر داشت بمن عطا کرد و برخاست و طلب من بمکہ نمود کہ آنجا مرادِ دریابی گفتم سیدنا اینک ہمراہ تو روانہ می شوم چہ دانستم کہ پندارم و برقصد رفاقت از جائے جہیدم بیدار گشتم

اسی کش مکش نے آنکھوں کو اشکبار اور دلکو گردابِ بلا میں گرفتار کر رکھا تھا کہ ایک رات نہایت خشوع و خضوع سے بارگاہ ربّ العزت میں التجا کی کہ اے میرے پروردگار مجھے میرے حال سے خبر دے۔ اسی حالت میں سو گیا تو خواب میں کیا دیکھتا ہوں کہ ایک جوان آتا ہے اور مجھ سے کہتا ہے کہ تو نے جو قدم راہ فقر میں رکھے ہیں اور کسی مرشد کی تلاش میں پریشان ہو رہا ہے غم نہ کر میں تیرا مددگار اور رہنما ہوں۔ میں نے آپ کا اسم مبارک دریافت کیا۔ تو آپ نے فرمایا:۔

مُحمّد ن البغدادی الجیلانی ۔"

میں نے آپ کے دست مبارک پر توبہ کی۔ جو خرقہ اس وقت آپ نے پہنا ہوا تھا مجھے مرحمت فرمایا اور مکہ چلنے کا کیا اور مجھے مکہ معظمہ میں آنے کا حکم دیا۔ لیکن

واشتیاق برمن غلبہ آورد تا از پدرِ خود رخصت طلبیدہ روئے بمکہ نہادم۔ وقتیکہ دررسیدم دیدم سیدنا رضی اللہ عنہ درمیان جماعتے کثیر نشستہ چون نظرش رضی اللہ عنہ برمن افتاد گفت اَلسَّلَامُ عَلَیْکُمْ وَرَحْمَۃُ اللّٰہِ وَبَرَکَاتُہٗ وَمَغْفِرَتُہٗ شیرازی بوعدۂ خود رسیدی جواب سلامش دادم بقدمبوس مشرف شدم ہمدران ساعت مرا بازمرید کرد وظاہر خرقہ کہ بخواب در شیراز بخشیدہ ہمچنان دربرداشت بمن پوشانید وفرمود اے علی شیر ترا ہم ظاہر وہم باطن دادم از شنیدن این کلمات شیخ کریم الدین حسین ازمن ازاحوال بازپرسید یکایک کیفیت گذشتہ را برگفتم شیخ مذکور عرضداشت یاسیدنا زہے سعادت شیرازی کہ در دوری نزدیک گشتہ بمقامے رسید۔ پایہ قدم نہادہ بالا رفت کہ سزائے یکے بران مرداں بتورد!

سیدنا فرمود:۔ لَا تَقْنَطُوْا مِنْ رَّحْمَۃِ اللّٰہِ

یہاں تاب کہاں تھی۔ آپکی رفاقت کے خیال پر اٹھنا چاہتا ہی تھا کہ بیدار ہوگیا۔ غلبۂ شوق میں ایک ایک گھڑی مشکل سے کٹتی تھی چنانچہ اپنے والد سے اجازت لیکر مکہ معظمہ کا رُخ کیا جسوقت وہاں پہنچا تو حضرت سیدنا ایک مجمع کثیر میں تشریف فرما تھے۔ مجھے دیکھتے ہی آپنے فرمایا۔ السّلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ۔ اور ارشاد کیا کہ شیرازی تم اپنے وعدہ پر آگئے مینے سلام کا جوابدیا اور قدمبوس ہؤا۔ آپنے مجھے بیعت سے مشرف فرمایا۔ آپ اسوقت اسی طرح کا خرقہ پہنے ہوئے تھے کہ جو مجھے بحالتِ خواب شیراز میں عطا فرمایا تھا چنانچہ وہی خرقہ اسوقت مرحمت فرمایا اور ارشاد ہؤا کہ اے علی شیر ہمنے تمہیں ظاہری اور باطنی دونوں نعمتیں بخشیں۔ شیخ کریم الدین حسین نے مجھ سے گذشتہ واقعات دریافت کئے۔ چنانچہ مینے گذشتہ کیفیت انکو سنادی۔ شیخ حسین نے حضرت کی خدمت میں عرض کیا کہ شیرازی تو اتنی دوری میں بھی نزدیک رہے اور میں قریب رہکر منزل کو دُور ہوں۔ آپنے فرمایا کہ انسان کو خدا کی رحمت سے مایوس نہ ہونا چاہئے ؎

زہے سعادتِ شیراز تاکہ بررہ راست
ترا رسانداما مبکہ او نظیر نداشت

کہ یعنی تو برسیدی بہ مکہ چون سلمان
کہ اہل مکہ بنصیبے ازان سر برنداشت

ہندوستان میں تشریف آوری کا سبب

منقبت

آنحضرت را در مکہ چون ہشت سال برآمد اشتیاق ملازمت پدر بزرگوار افتاد تا بہ بغداد رسید۔ دران زمان امیر سید السادات قدوۃ المحققین سید درویش محمد قادری بطرف جیال استقامت داشت زیرا چہ مقام او رضی اللہ عنہ ہم در بغداد وہم در جیال بود گاہے اینجا می ماند گاہے

جب حضرت سیدنا رضی اللہ عنہ کو مکہ معظمہ میں آٹھ سال گذر گئے۔ تو آپ کو اپنے والد بزرگوار کی قدمبوسی کا شوق ہوا۔ بغداد میں آئے۔ اُن دنوں آپکے والد قدوۃ المحققین سید درویش محمد قادری جیال میں اقامت پذیر تھے۔ کیونکہ آپ کبھی بغداد اور کبھی جیال میں ٹھہرتے تھے۔ اسلئے سیدنا بھی وہیں تشریف لیگئے

لے سیدنا کے ہندوستان میں تشریف لانے کا سبب یہ ہوا کہ ۸۰۱ھ موافق ۱۳۹۸ء میں امیر تیمور نے جب سلطنت تغلقیہ کو برباد کر کے وطن کو مراجعت کی تو اسکے جانے کے بعد لودھیوں نے دہلی کے تاج و تخت کو سنبھالا۔ اسکے اطراف وجوانب میں تو امن وامان قائم ہوگیا۔ مگر ابھی دور دور کے علاقوں میں انقلاب ہی تہا۔ ہرطرف طوائف الملوکی کا زور تہا۔ خصوصاً بہلول لودی کے عہد تک صوبہ بہار میں معمولی زمیندار بھی اپنے آپکو اپنے علاقے کا خودمختار حاکم سمجھتا تھا۔ غریب مسلمانوں پر طرح طرح کے ظلم وستم روا رکھے جاتے تھے۔ انہیں دنوں میں پرگنہ انچھا مضاف صوبہ بہار میں جیون نامی قوم کا کولہ بڑا ہی سرکش مطلق العنان زمیندار تہا۔ اور اپنے علاقے کے مسلمانوں کو آئے دن انواع واقسام کی تکلیفیں پہنچاتا اور ارکان اسلام و فرائض مذہبی کے علانیہ ادا کرنے میں سخت حارج ہوتا تہا۔ جب اس کے تشدد کی کوئی حد و انتہا نہ رہی تو ان مظلوموں میں ایک بزرگ شیخ علی نے جو مرد صالح۔ ذیعلم۔ عارف باللہ خوش تقریر تھے۔ کمال دلیری اور ادب کے ساتھ اس ظالم سے علانیہ نماز وغیرہ فرائض دین کے ادا کرنے کی اجازت چاہی اور بطور وعظ و پند بتوں کی پرستش کے نقصانات و توحید و اسلام کی خوبیاں رسالت کی ضرورتوں کو بیان فرمایا۔ مگر اس ستمگر نے ایک نہ سُنی اور نہایت برہم ہوکر ان کے اعزا و اقربا و عیال و اطفال کو بے رحمی سے مار ڈالا

آنجا من کہ اندیش و باغد ما ء. روئے بہ
جیال آورد و ملاقات بجناب او حاصل نمود
وششماہ باہم بسر برو. تا روزے بعد از فجر
سیدنا با پدر بزرگوار بہم نشستہ وطبع ہر دو
سید ملول گشتہ چنانکہ آثار ملالت بر چہرہ
مینمود و روے یکدگر ہمے دیدند و چشم پر آب
می کردند منکہ چنان دیدم زمین ادب بوسیدم
وازان پرسیدم قدوۃ السالکین امیر سید
درویش محمد رضی اللہ عنہ فرمود. قرۃ
عینی سید محمد را از جناب رسالت مآب امر
شد تا بولایت ہندوستان رود و داد

اور چھ ماہ تک آپ کے ہمراہ رہے۔ ایکدن صبح کی نماز کے
بعد حضرت سیدنا اپنے والد بزرگوار کے پاس بیٹھے
تھے۔ مگر خلاف معمول دونوں حضرات کے چہرۂ
مبارک پر حزن و ملال کے آثار نمایاں تھے اور
آبدیدہ ہوکر حسرت سے ایکدوسرے کیطرف دیکھ رہے
تھے۔ ہیں (شیرازی رحمۃ اللہ علیہ) نے بہ ادب
اس افسردگی کیوجہ دریافت کی تو حضرت سید درویش محمد
قادری رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ میرے نور نظر سید محمد
کو بارگاہ رسالت سے ہندوستان جانے اور وہیں ٹھہرنے
کا حکم ہوا ہے اسلئے کہ ایک مظلوم کی دادرسی آپکے
وہاں تشریف لیجانے پر موقوف ہے علاوہ تزین

(بقیہ حاشیہ گذشتہ سے پیوستہ) اور انہیں بھی ہلاک کرنا چاہا لیکن انکی حیات باقی تھی۔ اُس
بے رحم سے بچکر مسلمان حاکموں کے پاس گئے۔ انصاف کے خواہاں ہوئے مگر وہاں انقلاب سلطنت کے باعث
سیاست کا نظام درہم برہم تھا۔ انکی فریاد کو کون سنتا۔ آخر مایوس ہوکر مدینہ طیبہ تشریف لیگئے۔ بارگاہ رسالت
میں مستغیث ہوئے۔ ایکرات خواب میں حضرت خیر البشر صلے اللہ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم کی زیارت سے مشرف
ہوئے اور یہ بشارت پائی کہ تم بغداد جاکر سید محمد بن سید درویش محمد قادری کو ساتھ لو۔ اور ہندوستان
کیطرف روانہ ہوجاؤ۔ وہ کولہ سفاک انہیں کے ہاتھوں کیفر کردار کو پہنچیگا۔ اسی رات یہ دونوں
بزرگوار یعنی حضرت سید درویش محمد قادری اور سیدنا حضرت سید محمد قادری بغدادی
بھی حضور انور صلے اللہ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم کے ارشاد سے عالم خواب میں فائز المرام
ہوئے۔

جب شیخ علی ہندی اس بشارت سے بہرہ اندوز ہوئے مدینہ طیبہ سے بغداد
آئے اور دونوں بزرگواروں کو اپنا منتظر پاکر بہت خوش ہوئے اور برابر حضرت کے ساتھ ساتھ
ہندوستان آئے۔ (ماخوذ از تذکرہ مجد)

وداد مظلومی از ظالمے بستانند و ہم در انجا
قیام گیرد و خلق آن دیار را براہ راست
آرد از انجا کہ حالت بشریت اَلْہِجْرُ اَشَدُّ
مِنَ الْقَتْلِ واقع است غمناکم
عرضداشتم از ان مظلوم وظالم؟ فرمود
آں ستمدیدہ اینک میرسد و نامش
شیخ علی است عالم روزگار خود۔ از ستمگرے
کہ ستم کشیدہ عنقریب کہ در ہند آن مقہور را
خواہی دید ہمدرین سخن مردے بلند بالا و نیکو
روئے در رسید و سلام علیکم گفت جوابش
یافت و بہ نشست و چیزے بر زبان
نراند طعامے برائے او حاضر آوردند دست
قرار نمیکرد۔ سیدنا فرمود بجور چنانچہ تراحکم
شدہ من نیز بہ آن مامورام کہ شیخ علی
نام شخصے از ہند ستم کشیدہ از کافرے
چند انکہ از داد مان آن دیار فریاد کرد
سود نداشت۔ لاجرم لاچار شدہ روئے
سوئے من کردہ در مدینہ رسیدہ ہر گاہیکہ
در تقدیر چنین مقدر است کہ بفریاد او
تو رسی من او را بیش تو فرستادہ ام
باید کہ با او روی و دین من برو عرضہ
کنی او قبول نخواہد کرد۔ آنگاہ او را بدعائے
بد ہلاک گردان و ہمدران نواحی استقامت

دیارِ ہند کی اکثر مخلوق آپ سے راہِ
ہدایت حاصل کریگی۔ اور چونکہ ہجر اور فراق
کی کوفت تلوار کی کاٹ سے زیادہ تکلیف
دِہ ہے۔ سیدنا کی جدائی کا خیال ہی بتقاضائے
بشریت اس رنج و ملال کا باعث ہو رہا ہے،
مینے مظلوم اور ظالم کی نسبت دریافت کیا
تو آپنے فرمایا اس ستم رسیدہ مظلوم کو تو تم
ابھی دیکھ لوگے۔ شیخ علی انکا نام ہے اور بلحاظ
علم و فضل کے علامۂ دہر ہیں۔ اور اس ظالم
کو جسکے دستِ ستم سے تنگ آکر انہیں وطن مالوف
کو خیر باد کہنا پڑا تم سرزمین ہند میں جاکر
دیکھو گے۔ حضرت درویش ابھی کلام ختم بھی
نہ کرنے پائے تھے۔ کہ ایک جوان بلند قامت
نیکو صورت تشریف لائے اور سلام علیکم کرکے
خاموش بیٹھ گئے۔ کھانا انکے سامنے لایا گیا
لیکن چونکہ انکی طبیعت پر بیقراری غالب
تھی انہوں نے کھانے کیطرف رغبت نہ کی
آخر جب حضرت درویش محمد رحمۃ اللہ علیہ نے
وہ تمام واقعات من وعن بیان کئے جو عالم
رویا میں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی زبان
مبارک سے آپکو معلوم ہوئے تھے اور انکی
تسلی کی کہ بموجب ارشاد نبوی صلعم سیدنا ہندوستان
جاکر اعلائے کلمۃ اللہ کا فرض انجام دینگے

کنی تا مردمان آنجا از برکت قدم تو راہ راست
یابند۔ شیخ علی از استماع این کلمات خوشدل
شد و طعام را خوردن آغاز کرد۔ پس فردائے
آن روز سیدنا رضی اللہ عنہ از مادر و پدر
اجازت طلبید و یافت۔ وقت وداع پدر
بزرگوارش فرمود۔ اے پسر ترا اگرچہ حاجت
نیست نصیحت ادب و نیکوئی زیرا کہ خدا تعالے
ہمہ بخشیدہ است بتو۔ لیکن مزاج بتجرد و
تفرید از تزویج مینماید ازین موجب ترا
اندرز میکنم باید کہ بجا آری و زنے در عقد
آری از اعیان و اشراف خصوصاً از
برادران من مثل سید احمد قادری کہ در ہند
رفتہ متوطن گردیدہ اند در نسل او مناکحت
میسر آید جائے دیگر نکنی درین معنی ہرگز
تغافل نورزی چرا کہ قَالَ النَّبِیُّ
عَلَیْهِ السَّلَام اَلنِّکَاحُ مِنْ سُنَّتِیْ
فَمَنْ رَغِبَ عَنْ سُنَّتِیْ فَلَیْسَ مِنِّیْ
سیدنا رضی اللہ عنہ فرمود۔ فرمانبردارم
نقل است از شیخ الشیوخ شیخ حسن
رضی اللہ عنہ کہ از زمان دہ سالگی بخدمت
سیدنا رضی اللہ عنہ حاضر بودم و گاہے
غمگین نیافتم مانند روزیکہ شیخ علی رسید
و خوش ہم وقتے ندیدہ بودم۔ چنانچہ روزے

اور انکی دادرسی فرمائینگے اور ظالم اپنے کیفر کردار
کو پہنچیں گے۔ تو شیخ علی نے اطمینانِ قلب سے
کھانا تناول کیا۔ دوسرے روز حضرت سیدنا
نے اپنے والدین سے سفر ہندوستان کی اجازت
طلب کی۔ بوقت وداع حضرت سیدنا کے
والد بزرگوار نے آپکو نصیحت فرمائی کہ ہندوستان
پہنچکر رسم مناکحت بھی ادا کریں۔ اور
حضرت سید احمد قادری کے خاندان میں
جو کہ پہلے ہی سرزمین ہند میں مقیم ہیں نکاح
کریں تاکہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی یہ
سنت بھی پوری ہو جائے۔ اس لیے کہ
آپ کی حدیث ہے کہ "نکاح میری سنت
ہے جس نے اس سے روگردانی کی
وہ مجھ سے نہیں"۔ حضرت سیدنا
رضی اللہ تعالےٰ عنہ نے جس وقت اپنے
والد بزرگوار کی زبان فیض ترجمان سے
یہ کلمات سنے تو آپ نے آپکے حکم کی متابعت پر
عمل پیرا ہونیکی آمادگی ظاہر کرتے ہوئے سر تسلیم خم کیا
شیخ حسن رضی اللہ تعالےٰ عنہ فرماتے ہیں کہ
حضرت سیدنا کی عمر دس سال کی تھی کہ مینے آپکی صحبت
اختیار کی لیکن مینے کبھی آپکو رنج و راحت سے
متاثر نہ پایا۔ مگر جسدن شیخ علی ہندی قصبہ
جیال میں آئے اسدن سے حضرت کے قیافہ سے بے حد

که روان شد از جبال بسوئے ہند منقبت شیخ
الشیوخ شیخ حسن حضور من بعد از ان شادان
می یابم! فرمود:- در اوائل تقاضائے بشریت
روئے داد از جدائی وطن مالوفه ومهجوری
ابوی مغموم ومهموم شدم ودرینوقت
بسبب افتخار حکم رسولنا علیه السلام
که برین خاکسار شده مبتهج و
مسرورم-

غم والم کا اظہار ہوتا تھا اور جسوقت آپ ہندوستان
کو روانہ ہوئے اسوقت سے زیادہ میں نے آپکو خوش
وخرم کبھی نہیں دیکھا میں نے اسکی آپ سے وجہ دریافت
کی تو آپ نے فرمایا پہلے پہل تو بتقاضائے بشریت
وطن مالوف کی جدائی اور والد بزرگوار کی مہجوری سے
طبیعت کو رنج ہوتا تھا لیکن اب اس امر سے کہ حضور نبی
کریم صلعم کے ارشاد کے بموجب ہندوستان کو جا رہا
ہوں اپنے دل میں غیر معمولی خوشی اور مسرت محسوس کرتا ہوں

منقبت

بوقت وداع شیخ حسن رضی اللہ عنہ از قدوة
السالکین میر سید درویش محمد قادری
رضی اللہ عنہ گستاخانہ زاد راحلہ طلبیده
فرمود:- زاد راحلۂ فقرا بهتر ازان نیست
که حضرت ام الخیر فاطمه رضی اللہ عنہا به پسر
خود محبوب سبحانی شیخ عبد القادر جیلانی
رضی اللہ عنہ بخشید که هر روز یکصد ویازده
بار ورد سازی یعنی این را اَللّٰهُ الْکَافِیْ
قَصَدْتُ الْکَافِیْ وَجَدْتُ الْکَافِیْ
حَسِبْتُ الْکَافِیْ نِعْمَ الْکَافِیْ کَفَانِیْ
الْکَافِیْ وَلِلّٰهِ الْحَمْدُ- باز خوشنداشت مادر
محبوب سبحانی رضی اللہ عنہ بجز این دعا
چهل دینار عطا کرده امیدوارم تا بر وفق

سفر کی تیاری ہو چکی اور چلنے کا وقت قریب آیا
تو شیخ حسن رضہ نے حضرت سید درویش محمد قادری
سے زاد راہ طلب کیا آپ نے فرمایا کہ فقرا کے
لئے اس سے بہتر کوئی زادِ راہ نہیں جو حضرت
ام الخیر فاطمہ رضی اللہ عنہا نے اپنے فرزند سیدنا
حضرت غوث پاک قدس اللہ سرہ کو عطا فرما کر
روزانہ ایک سو گیارہ مرتبہ اسکے ورد کرنیکی
ہدایت فرمائی تھی یعنی دعائے کافی اللّٰہُ الْکَافِیْ
قَصَدْتُ الْکَافِیْ وَجَدْتُ الْکَافِیْ
حَسِبْتُ الْکَافِیْ نِعْمَ الْکَافِیْ کَفَانِیْ
الْکَافِیْ وَلِلّٰهِ الْحَمْدُ- شیخ حسن نے عرض کیا
کہ چالیس دینار بھی تو حضرت کو مرحمت ہوئے
تھے حضور بھی سیدنا کو چالیس دینار عطا فرمادیں

آن نیز سیدنا رضی اللہ عنہ را مرحمت فرمائی امیر
سید رضی اللہ عنہ یعنی درویش محمد رضی اللہ عنہ
چہل سفال برداشت و بدستش داد فی الحال
ہر یکے دینار شد بدیدنش رنگ از روئے
شیخ حسن رفت و لرزہ در اندامش افتاد و بپایش
سر خود سود۔ قدوۃ العارفین امیر سید درویش
محمد رضی اللہ عنہ فرمود۔ مترس ہر آئینہ من
بمریدان خود و فرزندان خود مہربان ترام
ہرگز بر ایشان در غضب نشوم و از تو کار حسن
در وجود بیاید۔

حضرت سید درویش محمد رضی اللہ تعالےٰ نے چالیس
ٹھیکریاں اٹھا کر شیخ حسن کے حوالہ کیں۔ انہوں نے
دیکھا تو وہ اشرفیاں تھیں۔ یہ دیکھکر شیخ حسن کے
چہرہ کا رنگ فق اور ان کے بدن پر لرزہ
طاری ہو گیا۔ اور بے ساختہ حضرت
کے قدموں پر گر پڑے۔ حضرت نے
تسلی دی کہ خوف نہ کھاؤ۔ میں اپنے
مریدین اور اولاد پر بہت زیادہ
مہربان ہوں۔ تم سے ناراض نہیں جاؤ
خدا تمہیں اسم بامسمےٰ کرے گا۔

منقبت

سیدنا رضی اللہ عنہ با چہل کس از خلفا و خدام
روان منزل بمنزل می رفتند جائے درنگ نمی
فرمودند تا بہ بلدۂ قندہار رسید خلیفۂ قندھار
از زبان حضرت سید نصیر الدین تبریزی مدح
و ثنائے او رضی اللہ عنہ شنیدہ بود کہ میفرمود
من قطب الاقطاب امیر سید محمد قادری را دو
بار ملاقات کردم یک کرت در مکہ بار دوم در
روم۔ ندیدہ بودم مثل او محققے و عالمے و
صاحب کشف و کرامات او درین زمانہ یگانہ
است و کرامتے بسیار و حل مشکلات کہ از سیدنا
رضی اللہ عنہ یاد داشت با خلیفہ اظہار ساختہ

اس کے بعد حضرت سیدنا چالیس خلیفوں اور خادموں
کی معیت میں ہندوستان کی طرف روانہ ہوئے منزل
بمنزل چلے آئے۔ راستہ میں کہیں قیام نہ
فرمایا۔ حضرت سید نصیر الدین تبریزی دو مرتبہ
حضرت کی شرف زیارت سے مشرف ہو چکے تھے
ایکمرتبہ تو مکہ معظمہ میں اور دوسری دفعہ روم میں اور
سیدنا کے کشف و کرامات۔ خرق عادات و کمالات
اور علم و فضل کے حالات انکو معلوم تھے۔ چنانچہ
والی قندہار کو بھی تبریزی رحمۃ اللہ علیہ کی زبانی
یہ تمام واقعات معلوم ہو چکے تھے جب حضرت سیدنا
رضی اللہ تعالےٰ عنہ کی تشریف آوری کی خبر قندہار

که بیانش بدرازی کشد از ین جهت او شوق
بملازمت آنحضرت تمام داشت که ناگاه سیدنا
رضی الله عنه رسید سید نصیرالدین همدران وقت
که داخل شهر شدیم خبر یافت واطلاع بخلیفه داد
تا بارکان دولت خود بشرف پابوس مشرف شد
وبصد جد وجهد بمحل خویش برد و توبه بدست
سید کرد۔ و پسر سید نصیرالدین تبریزی
سید علاء الدین تبریزی نام نیز تخم محبت
سیدنا رضی الله عنه در کشت دل خود
کاشته مشتاق دیدار بود۔ وقت غنیمت
شمرده باذن والد خود مرید و رفیق حال
سیدنا رضی الله عنه شد۔

میں مشتہر ہوئی۔ تو والی قندھار کو آپکی زیارت
کا بے حد شوق ہوا۔ ہم شہر میں داخل ہوئے تو
حضرت نصیرالدین تبریزیؒ نے اسکی اطلاع والی
قندھار کو دی۔ وہ پہلے ہی منتظر تھا۔ خبر ملتے
ہی ارکان دولت سمیت آپ کی خدمت میں
حاضر ہو کر شرف پابوسی حاصل کیا اور بڑی
جدوجہد اور منت سماجت سے آپکو اپنے محل میں لایا
اور آپ کے دست مبارک پر توبہ کی خلیفہ کی
بیعت کے بعد لوگ جوق در جوق آپکے حلقہ ارادت
میں داخل ہوئے۔ مگر خرقہ خلافت وارشاد سید
علاء الدین تبریزی کو عطا ہوا اور وہ بھی اپنے والد
سید نصیرالدین کی اجازت سے آپکے ساتھ شریک سفر ہوئے

منقبت

خبر کرد سیدنا رضی الله عنه روزیکه خرقهٔ
خود به سید علاء الدین تبریزی پوشانید
گفت اے علاء الدین چون پدر من خرقه مرا
پوشانید گفت اے پسر این کفن است
که بپوشانیدم ترا تا که مرده صفت بدیدمت
می باید که همبرین طریق جهد کنی۔ پرسیدم
یا سیدنا صفت مرده چیست۔ فرمود بمیدانی
عرض داشتم لَا عِلْمَ لَنَا اِلَّا مَا عَلَّمْتَنَا
فرمود۔ چون کسے میر دو وجود گلی او در گل

شیرازی علیہ الرحمۃ لکھتے ہیں کہ جسدن سیدنا
رضی اللہ عنہ نے سید علاء الدین رحمۃ اللہ کو
خرقۂ خلافت مرحمت فرمایا اور انہیں طریقت کے
اسرار و غوامض تلقین کیے تو ان سے ارشاد
کیا کہ اے علاء الدین میرے والد بزرگوار نے
مجھے خرقہ خلافت پہنایا تو فرمایا کہ اے فرزند
جب میں نے تجھے مردہ صفت پالیا تو یہ خرقہ جو بمنزلہ
کفن ہے تمہیں عطا کیا اسلئے میں تمہیں بھی یہ کپڑے
دیتا ہوں کہ آج سے تم بھی مردہ صفت ہو جانا

خاک آمیختہ شود تا اجسام انبیاء و بعضے اولیاء
و شہداء کہ خوردن گوشت ایشان بر زمین
حرام کرد خدائے تعالےٰ۔ از آنکہ اجساد ایشان
صفت روحی میگردد اَلرُّوحُ لَا یَزِیْدُ
وَلَا یَنْقُصُ اما روح ہمہ یکسان مبرا از
شہوت و سائر اخلاق ذمیمہ چنانچہ بود میشود
ازان ممنوع است عورات را زیارت
قبور کہ میل و موانست از روح برخاستہ
می گردد و نفرت میکند مگر از فرزندان خود
و نیز بر قبور سرود کنانیدن و آنچہ خلاف
شرع است نمودن ارواح بران کس
لعنت میفرستد اما ارواح را فعل جز
عبادت و اشتیاق دیدار الٰہی نیست
اگرچہ تکلیف عبادت بر ایشان
نیست بموجب قَالَ اللّٰہُ تعالےٰ
وَاعْبُدْ رَبَّكَ حَتّٰى يَأْتِيَكَ
الْيَقِيْنُ یعنی عبادت کنید خدا را
کہ در رسد موت شما را پس خرقہ
پوش را باید کہ اول باطن خود را صفت
میت نماید آن زمان کفن پوشد۔ الخ

ہیں (شیرازی علیہ الرحمۃ) نے حضور کی خدمتمیں
عرض کیا کہ زندہ مردہ صفت کیونکر ہو سکتا ہے؟
ارشاد ہوا کہ کیا تم نہیں جانتے۔ جب مینے نفی میں جواب دیا
تو آپ نے فرمایا کہ جس طرح قفس عنصری سے
مخلصی پانے کے بعد بدن کے اجزا گل کر خاک
ہو جاتے ہیں۔ اور روح ہر قسم کی خواہشات
اور اخلاق ذمیمہ سے پاک ہو جاتی ہے اسی
طرح خرقہ پہنانے کی غرض یہ ہوتی ہے کہ جسکو
خرقہ پہنایا جائے اسکے نفسانی جذبات فنا ہو جائیں
اور اسکے دل پر فاسد خطرات کا گذر نہو۔ پھر دریافت کیا
کہ کیا سب انسانوں کی ہڈیاں گل سڑ کر فنا ہو جاتی ہیں تو آپ نے
جواب دیا کہ انبیاء اولیا اور شہداء کے جسم اس سے مستثنےٰ ہیں
کیونکہ زمین پر انکا کھانا حرام ہے۔ کثرت ریاضت و مجاہدہ سے انکے
جسم روحی صفات حاصل کر لیتے ہیں اور جب جسم لوث مادیت
سے پاک و صاف ہو کر روحانی صفت حاصل کرے تو استحالہ
کس چیز کا ہوگا۔ یہ بھی ارشاد ہوا کہ اگرچہ مرنے کے بعد
روح عبادت کے لئے مکلف نہیں لیکن اسے عبادت
و دیدار الٰہی کے سوا اور کسی کام سے غرض نہیں ہوتی
اور یہی وجہ ہے کہ قبروں پر مجلس سرود کا ہونا اور
عورتوں کا جانا ممنوع قرار دیا گیا ہے۔

مَنْقَبَتْ

در شہر قندہار از تشریف آوردن

قندہار میں علماء فضلاء اکابر صوفیہ اور عوام

سیدنا رضی اللہ عنہ وارادت آوردن
خلیفہ شہرت گرفت کہ تا خواص و عوام
برو رضی اللہ عنہ گرد آمدند و سوالہا
ازو رضی اللہ عنہ کردند و جوابہا یافتند
آخر رفتہ رفتہ سخن بر مسئلہ غسل زنان
افتاد یکے از میان حضار پرسید زنیکہ
موئے بافتہ باشد برائے تغسیل موئے
کشاید یا نہ۔ سیدنا رضی اللہ عنہ فرمود
قَالَ النَّبِیُّ عَلَیْہِ السَّلَامُ لِاُمِّ سَلَمَۃَ
یَکْفِیْكِ اِذَا بَلَّ اُصُوْلُ شَعْرِكِ
درینجا شیخ منصور کہ یکے از علماء قندہار حاضر
بود در دلش گذشت شاید کہ این حدیث
برعایت خاطر زنان خود پیغمبر علیہ السلام گفتہ
باشد تا اورا در کشادن تکلیف و رنجے
واقع نشود سیدنا رضی اللہ عنہ بکشف
دریافت فرمود۔ اے منصور این چہ ظن فاسد
وخیال کفر کہ در خاطر راہ دادی ہرگز ہرگز
رسولنا علیہ السلام برائے زنان خلاف مرضی
حق گوید و براہ نفسانیت بوید۔ شیخ
منصور ازین معنے منکر شد و گفت اصلا
این خطرہ در دل نگذشتہ تا این مرتبہ
دروغ بستہ از برائے آنکہ تا مردمان
دانند صاحب کشف است۔ سیدنا

جوق در جوق حضرت کی خدمت میں حاضر
ہوتے تھے۔ ایکروز مجلس گرم تھی۔ سوالات
اور حل مشکلات ہو رہے تھے کہ کسی شخص نے
پوچھا کہ جس عورت کے سر کے بالوں کی چوٹی
گوندھی ہو یا جوڑے بندھے ہوں اسے غسل
کے وقت کھولنا اور سب بالوں کو بھگو دینا
ضروری ہے یا نہیں؟ سیدنا رضی اللہ عنہ
نے اسکے جواب میں فرمایا کہ حدیث شریف
میں وارد ہے حضور نبی علیہ السلام نے ام سلمہ
کو فرمایا کہ جب چوٹی گوندھی ہوئی ہو تو بالوں کی
جڑوں کا تر ہو جانا ہی کافی ہے اس مجلس میں
شیخ منصور بھی جو قندہار کے بہت بڑے
عالموں میں شمار ہوتے تھے۔ موجود تھے
اس حدیث کے سنتے ہی ان کے دلمیں یہ
خیال گذرا کہ نعوذ باللہ کہیں رسولخدا نے اپنی
ازواج کے آرام اور سہولیت کیخاطر اسطرح پر
ارشاد نہ فرمایا ہو حضرت سیدنا نے بنور باطن
یہ بات معلوم کرلی۔ اور فرمایا کہ اے منصور
تونے یہ خیال جو کفر کی حدتک پہنچانیوالا ہے
کہاں سے دلنشین کرلیا۔ نبی علیہ الصلوٰۃ کی شان
میں ہے کہ مَا یَنْطِقُ عَنِ الْھَوٰی۔ اگر پیغمبر
علیہ السلام پر نفسانیت اور خاطر داری سے مسئلہ
بیان فرمانیکے گمان بد کئے جاوینگے تو پھر نور

رضی اللہ عنہ بر غضب شد و فرمود اے منصور
آنچہ در دل تو گذرانیدہ بگوید در حال از
میان پہلوئے چپ دل بجنبش درآمد و باواز
فصیح ندا در داد راست است این خطرہ نامیمون حوالہ
من نمودہ۔ ازین واقع مجلسیاں را حالتے روئے
داد لرزہ بر اندام شنندگان افتاد۔ شیخ منصور
آن صدائے از شکم خود شنید و بترسید و بلرزید
در روئے سیدنا رضی اللہ عنہ می دید و زبانش
لال گردید یارائے آن نداشت تا چیزے
گوید علما کہ حاضر بودند گفتند قال اللہ تعالیٰ
اَلْیَوْمَ نَخْتِمُ عَلٰٓی اَفْوَاهِهِمْ وَتُكَلِّمُنَآ
اَيْدِيْهِمْ وَتَشْهَدُ اَرْجُلُهُمْ بِمَا كَانُوْا
يَكْسِبُوْنَ میخوانند و قصہ موسیٰ علیہ السلام
کہ بر و طفل شکم زنے گواہی داد و در وقت
یوسف علیہ السلام کودک دو ماہہ شہادت
داد۔ و در دور داؤد علیہ السلام دست کشندہ
در سخن آمد می شنیدیم اکنون اینحالت بگوش
خود شنیدہ ہر گاہیکہ بندگان الٰہی را قدرت
است نقلیست کہ در روز حشر ہیجان خواہند
شد و ہمدران مجلس شش تن از بت پرست
دین محمدی علیہ السلام بذیرفتند و خلیفہ
قندہار خواست تا منصور را بقتل رساند
سیدنا رضی اللہ عنہ از او توبہ کنانید و زنگار

ایمان کہاں رہتا ہے۔ شیخ اس کلام سے پشیمان
تو کیا ہوتے۔ سرے سے اس خطرہ کا ہی انکار
کر دیا۔ چونکہ اقرار کیصورت میں ندامت کا خوف تھا
انہوں نے حضرت سیدنا کو جھوٹ کا الزام دیتے
ہوئے کہا کہ شاید اس طریق سے اپنی دوکان چمکانا
اور عوام کو اپنے صاحب کشف و کرامت ہونیکا
یقین دلانا چاہتے ہو۔ حضرت نے رنجیدہ ہو کر
فرمایا۔ تو مجھے جھٹلاتا ہے۔ خیر یہ بھی دیکھ کہ تیرا
دل ہی خود اس واقع کی شہادت دیگا! آپ نے
ابھی بات ختم بھی نہ کی تھی کہ شیخ منصور کا دل
حرکت میں آیا اور بکمال فصاحت اس نے حضرت
سیدنا کے کلام کی تصدیق کی۔ اس واقعہ سے
حاضرین مجلس پر لرزہ طاری ہو گیا۔ شیخ منصور
حیرت سے حضرت کے روئے مبارک کیطرف دیکھ
رہا تھا! اسکے منہ پر مہر سکوت لگ گئی تھی اور
ہوش و حواس ٹھکانے نہ رہے تھے۔ جو علما مجلس
میں حاضر تھے انہوں نے کہا کہ ہمنے کلام الٰہی میں یہ
آیت پڑھی تھی (جسکا ترجمہ یہ ہے) کہ آج ہم
ان کے منہ پر مہر لگا دینگے اور ان کے ہاتھ ہم سے کلام
کرینگے ہم سے اور انکے پاؤں شہادت دینگے
اسچیز کی کہ وہ کماتے تھے۔" یہ روایات ہمنے سنی
تھیں کہ موسیٰ علیہ السلام پر حمل ہی کے اندر ایک
لڑکے نے گواہی دی۔ یوسف علیہ السلام پر دو ماہہ

بدمذہبی از دلش پاک شست۔ خواست تا مرید شود۔ بکرد۔ فرمود کہ قبل ازین باکے نداشت۔ اکنوں مناسب نمی بنیم ؎

قادری راست قدرہا بسیار
بتواند کند ہمہ اظہار
درزمان حشر را پدید آرد
برہمہ قفلہا کلید آرد

بچے نے شہادت دی۔ اور حضرت داؤد علیہ السلام کے عہد میں قاتل کا ہاتھ ہی بول اٹھا لیکن آج یہ حالت ہم اپنی آنکھوں سے دیکھ اور کانوں سے سُن رہے ہیں اسوقت چند بت پرست بھی حاضر تھے اس بدیہی کرامت سے متاثر ہوکر فوراً مشرف باسلام ہوئے خلیفہ نے منصور کو قتل کرانا چاہا مگر حضرت نے روکا اور شیخ سے توبہ کرائی شیخ منصور بیعت کے خواستگار ہوئے آپنے فرمایا اس سے پہلے ممکن تھا لیکن اب مناسب نہیں +

سیدنا رضی اللہ عنہ کا قندھار سے روانہ ہونا

بعد از سہ روز سیدنا از خلیفہ قندہار رخصت طلبیدہ۔ عرضداشت چند روز دیگر نیز توقف کن تا از قدوم میمنت لزوم ضلالت مردمان بہدایت مبدل شود فرمود سہ شبانہ روز در یکے جائے بودن و دعوت از انجا خوردن سنت است زیادہ ازین ماندن فقرا بردروازۂ اغنیا خوب نیست مگر شنیدہ بِئْسَ الْفَقِيْرُ عَلٰی بَابِ الْاَمِيْرِ لاجرم نذرو ہدایہ انچہ خلیفہ را کشید نی بود کشید ہمگی چہل ہزار دینار ولبست شتر وشش اسپ و یک اشتر دیگر از اجناس و الوات بسیار بود سیدنا ہمگی را

تین روز گذر چکے تو حضرت نے قندہار سے چلنے کا ارادہ کیا خلیفہ نے عرض کیا کہ چندے اور توقف فرمائیں تاکہ حضور کے قدموں کی برکت سے اور خلق خدا بھی ہدایت سے بہرہ ور ہو آپنے فرمایا کہ تین دن رات کہیں ٹھیرنا اور دعوت قبول کرنا مسنون طریق ہے لیکن اس سے زیادہ فقرا کیلئے امرا کے پاس ٹھیرنا مناسب نہیں بِئْسَ الْفَقِيْرُ عَلٰی بَابِ الْاَمِيْرِ؎ وَنِعْمَ الْاَمِيْرُ عَلٰی بَابِ الْفَقِيْرِ خلیفہ نے مجبور ہوکر رخصت کیا اور چالیس ہزار دینار بیس اونٹ چھ گھوڑے۔ ایک اونٹ خاص جو نہایت خوش منظر اور تیز رفتار تھا اور دیگر اجناس آپکی خدمت میں نذر گذرانے۔ آپنے اسیوقت یہ اشیاء

؎ بُرا ہے وہ فقیر جو امیر کے دروازے پر پڑا رہے اور اچھا ہے وہ امیر جو فقیر کے دروازے پر پڑا رہے۔

ہماندم برا قران قسمت کردم گر اشتر را با خود داشت وگفت این برائے سواری بکار آید زیرا چہ سنت از محمد صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم است ونیز دلدل حیدر کرار کرم اللہ وجہ اشتر بود ہم ازین جاہی سید عبدالقادر جیلانی راہمیں بار کے مخصوص بود و اسپے کہ در سواری خود داشت واز جیال آوردہ بود بہ شیخ الشیوخ حسن بخشید و اسپش بمن رسید عرضداشتم ؎

اپنے ہمراہیوں پر تقسیم کردیں اور بمتابعت سنت نبوی اور اس خیال سے کہ حضرت علی کرم اللہ وجہ اور حضرت غوث الثقلین رضی اللہ عنہ کو بھی شتر کی سواری مرغوب تھی۔ آپ نے اس اونٹ کو اپنی سواری کیلئے مخصوص فرمایا۔ جو گھوڑا جیال سے اپنی سواری میں لائے تھے وہ شیخ حسن کو دے دیا۔ اور ان کا گھوڑا مجھے عطا فرمایا۔ میں نے عرض کیا ؎

کے خورم فضلۂ برادر خویش
کے سوالم کنم زہمسر خویش

فرمود۔ فقیر را چندین نفسانیت نباید۔ برو، راکب شو، شدم وروان گشتم ۔

حضرت نے فرمایا فقیر کو نفسانیت نہیں چاہیئے جاؤ۔ سوار ہو جاؤ۔ چنانچہ ہم سوار ہو کر روانہ ہوئے

سیدنا رضی اللہ عنہ کا ملتان میں تشریف لانا

بعد از چند روز ہا در شہر ملتان رسیدیم دران زمان مخدوم سید اخی سراج الملت والدین محدث یکے کہ از علماء زمان بود از مشہد مقدسہ در انجائے با سہ پسر رسیدہ یکم سید محمود علی۔ دوئم سید سلیمان مشہدی سوم سید مخدوم مشہدی و ثنائے وصفت سیدنا بگوش شریف او در آمدہ بود از ورود سیدنا رضی اللہ عنہ خبر یافت بسلامت

جب ہم قندہار سے روانہ ہو کر ملتان پہنچے تو انہی دنوں میں علامۂ دہر مخدوم سید اخی سراج الملت والدین محدث بھی اپنے وطن مشہد مقدس سے ملتان میں آئے ہوئے تھے۔ اور ان کے تین صاحبزادے یعنی سید محمود علی۔ سید سلیمان اور سید مخدوم مشہدی بھی انکے ہمراہ تھے حضرت سیدنا کے کمالات کا شہرہ پہلے ہی زبان زد عام تھا جب آپکو سیدنا کی تشریف آوری

شتافت بسیار شبہات از سیدنا رضی اللہ عنہ حل فرمود۔ روزے مردے شکایت پیش مخدوم اخی سراج کرد برادریست مرا از حسد چندبار از طرف سلطان ضرب داد قوت مقاومت او ندارم امیدوار بزرگان چنان تا دعا در باب من شود۔ کہ از شر او ایمن باشم۔ جواب داد من وارث علم ظاہری نبی ام آنچہ از مسائل دینی پرسیدن باشد بپرس و دعا دادن در حق کسے کارے این قدوۃ العارفین است کہ او ارث دارد از علم ظاہری و باطنی و کشف و کرامت نبوی علیہ السلام بدین اشارت او در پائے سیدنا افتاد۔ سیدنا رضی اللہ عنہ فرمود غم مخور قَالَ النَّبِيُّ عَلَيْهِ السَّلَامُ اَلْحَسَدُ نَارٌ يَأْكُلُ صَاحِبَہٗ وے باز رفت زود خبر آورد کہ آتشے در تنش از حرارت بدنی چنان غلبہ بروے کرد گویا کہ در آتش ظاہری سوختہ پر آبلہ شدہ مُرد الخ

کی خبر ہوئی۔ فوراً حاضر خدمت ہو کر بہت سے شبہات حضرت سے حل کئے۔ ایکروز مخدوم اخی سراج کیخدمت میں کوئی شخص اپنے بھائی کی شکایت لایا کہ وہ مجھ سے دشمنی کرتا ہے اور حاکم وقت سے بھی کئی دفعہ مجھے ناحق سزا دلوا چکا ہے۔ میں اس کے مقابلہ کی تاب نہیں رکھتا۔ آپ سے معاونت کا امیدوار اور دعا کا طالب ہوں :: تاکہ اسکے شر سے محفوظ رہوں۔ مخدوم نے جوابدیا کہ میں تو علم ظاہری کا حامل ہوں۔ اگر کوئی بات مسئلہ کی ہو تو بتا سکتا ہوں۔ اور حضرت سیدنا کیطرف اشارہ کرتے ہوئے کہا کہ دعا کرنا آپکا کام ہے اسلئے کہ آپکو خداوند تعالٰے نے کمالات ظاہری و باطنی سے مزین فرمایا ہے۔ یہ سنکر وہ شخص حضرت سیدنا کے قدموں پر گر پڑا۔ آپنے فرمایا کہ تو غم کیوں کرتا ہے۔ حضور علیہ الصلوٰۃ کا ارشاد ہے کہ حسد آگ ہے جو صاحب حسد کو کھا جاتی ہے جا اور اپنے حاسد بھائی کا حال دیکھ وہ گیا اور جلد ہی اس خبر کیساتھ واپس آیا کہ اسکے بھائی کی حرارت بدنی اسقدر مشتعل ہوئی کہ اسکی وجہ سے اسکے بدن پر آبلے پڑ گئے اور وہ مرگیا۔

مَنْقَبَتْ

سیدنا رضی اللہ عنہ در ملتان چند روز آسود

سیدنا رضی اللہ تعالٰے عنہ نے چند دنوں ملتان

ماندگی راہ را از خود دفع ساختہ روان شد تا بجائے رسید کہ آنرا سُرہر پور[1] خوانند در وے دران وقت بمشیخت حضرت سید السادات بن امیر سید تاج الدین ابو عبد الرزاق محمد بن شاہ ابو صالح احمد مشہور در خواب اورا گفتند کہ سید محمد قادری می آید برو استقبال کردہ اورا در آور و خواہر خود را برو تسلیم کُن ہمچنان نمود و پرسشہا آغاز نہاد از کجائی و شرافت چگونہ بجدی محبوب سبحانی حضرت سید عبد القادر جیلانی میرسد احوال باز فرمود چون دانست کہ نبیرہ قدوۃ محققین امیر سید کلان کلان عالم رضی اللہ عنہ است بسیار خوشدل شد و خواہر خود را در عقد نکاح سیدنا رضی اللہ عنہ در آورد سیدنا در آنجا پانزدہ روز توقف فرمود۔ زوجہ رضی اللہ عنہ را بداشتہ عذر از حال شیخ علی درمیان آورد رخصت یافتہ روان شد۔

میں آرام فرمایا سفر کی کوفت دُور ہوئی تو وہاں سے روانہ ہوکر موضع سُرہر پور میں پہنچے۔ سید حسن بن سید تاج الدین ابو عبد الرزاق بن سید ابو صالح احمد بھی اسی جگہ قیام پذیر تھے انہیں خواب میں بشارت ہوئی کہ سیدنا تشریف لا رہے ہیں انہیں بعزت تمام اپنے مکان پر لانا اور اپنی خواہر کو انکے عقد نکاح میں دینا۔ سید حسن بیدار ہوئے تو سیدنا کے استقبال کو گئے! ور انہیں اپنے مکان پر ٹھیرایا اور دورانِ گفتگو میں ان سے دریافت کیا کہ میرے جد محبوب سبحانی حضرت سید عبد القادر جیلانی رضی اللہ عنہ سے آپکو کیا نسبت ہے! ور جب انہیں معلوم ہوا کہ سیدنا قدوۃ المحققین امیر سید کلان کلان کے نبیرہ ہیں تو بہت خوش ہوئے اور اپنی بہن سے آپ کا نکاح فرمایا حضرت پندرہ روز وہاں ٹھیرے اور پھر شیخ علی کیفیت کو سید حسن رح سے بیان فرمایا اور ان سے اجازت لے کر آگے کو روانہ ہوئے اور اپنی اہلیہ محترمہ کو وہیں رہنے کی ہدایت فرمائی۔

سیدنا رضی اللہ تعالےٰ عنہ کا موضع زہنا میں راجہ جیون کے پاس تشریف لے جانا اور آپ کی بد دعا سے اس کا ہلاک ہونا

بمقامے رسیدند کہ آن را اکنون موضع زہنا

شیرازی علیہ الرحمت کے علاوہ دیگر تذکرہ نویس

[1] قاضی سید محمد جواد رحمۃ اللہ علیہ کے نسب نامہ میں سرہر پور متصل کچھوچھہ شریف لکھا ہے۔

خوانند جائے در نظر در آمد کہ از یک طرف آن رودے واقع گشتہ و بر ساحل وادی کہ از حد زیادہ کنام پلنگان و گرگان و ماران و کژدمان و موذیان و میان دران بیابان حصارے محکم سر برافراختہ شیخ علی اشارت بآن حصن نمود کہ ہمین قلعہ آن ظالم است کہ بر ما ظلم نمودہ برادران مرا تا زن و فرزند بہ شہادت در آوردہ از بہر آنکہ یکے از اقربائے من

بزرگوں نے بھی تحریر فرمایا ہے کہ سات ماہ کے طولانی سفر کے بعد سیدنا رضی اللہ تعالیٰ عنہ ۸۴۶ سنہ ہجری میں[۱] چالیس اولیا کبار کے ساتھ اس موضع میں پہنچے جسے اب نرہنا[۲] کہتے ہیں۔ یہ ایک ندی[۳] کے کنارے لق و دق جنگل میں واقع تہا۔ جہاں وحشی اور درندے جانور اور حشرات الارض بہت کثرت سے تھے۔ اسی وحشتناک بیابان میں ایک مستحکم قلعہ تہا جسمیں وہ ظالم رہتا تہا جس

[۱] بعض تذکرہ نویس بزرگوں نے سیدنا رضی اللہ عنہ کی تشریف آوری کا زمانہ ۹۴۸ھ اور ہمایوں کا عہد تحریر فرمایا ہے اس سنہ میں تغلقیہ سلطنت امیر تیمور کے حملے سے برباد ہو کر لودیوں کے ہاتہہ میں آ رہی تھی اور سنہ ۹۶۲ ہجری میں ہمایوں بادشاہ بن بابر بادشاہ نے انچاس برس کی عمر میں انتقال کیا۔ سیدنا رضی اللہ عنہ کا سنہ وفات ۹۴۰ سنہ ہجری تہا اسوقت ہمایوں تخت سلطنت پر موجود تہا حضرات صوفیائے کرام کو عہد سلطنت اور انقلاب سلطنت سے کیا غرض تھی جو وہ اس کی تحقیق فرماتے جب حضرت کی وفات کے زمانہ میں ہمایوں تخت نشین تہا ہی۔ انہوں نے آپکی آمد کو بھی اسی کے عہد میں تصور فرما لیا ہوگا (تذکرہ مجید) [۲] موضع نرہنا کا اب کہیں نشان بھی نہیں رہا حضرت شیرازی رحمۃ اللہ علیہ کی اس عبارت سے کہ "بمقامے رسیدند کہ آنرا اکنون موضع نرہنا خوانند" معلوم ہوتا ہے کہ پہلے وہ کسی اور نام سے مشہور ہوگا جسکا انہوں نے ذکر نہیں کیا مگر قاضی محمد جواد امجہری رحمۃ اللہ علیہ کا خیال ہے کہ وہ موضع ٹال ہے جہاں جیون رہتا تہا شاید صحیح ہو۔ مگر اب غور کرنے سے پتہ چلتا ہے کہ ٹال اور امجہر شریف کے درمیان ہی کوئی دوسرا موضع ہوگا۔ جو سیدنا رضی اللہ عنہ کی بد دعا سے غرقاب ہوگیا۔ اسکے بعد جنگل ٹا مگر جو موضع دوبارہ وہاں پر آباد ہوا اس کا نام نرہنا ہوگیا۔ تہوڑے دنوں کے بعد نہ نرہنا رہا اور نہ وہاں کسی کا رہنا۔ (تذکرہ مجید) [۳] شیرازی رحمۃ اللہ علیہ جسے رود لکھتے ہیں وہ اب بہیادہ کے نام سے مشہور ہے۔ جو موضع حسن پورہ اور امجہر شریف کے بیچ میں دریا کی طرح دور سے موضع ٹال میں ہوتی ہوئی آتی ہے اور اکثر مواضعات کو سیراب کرتی ہوئی پن پن ندی میں جا ملتی ہے۔ برسات میں اس کا عرض بہت بڑھ جاتا ہے۔ اور کہیں کہیں قد آدم پانی رہتا ہے۔ وہاں پر آبی جانور مثل بط اور مرغابیوں کے اکثر رہا کرتے ہیں۔ (تذکرہ مجید)

ماهودی ساخته درمیان آورد وگفت بتان
وبت پرستان همه باطل انداز استماع
این والیٔ این حصار همه اقربا ما را هلاک ساخت
مگر من ماندم از بهر یکے دادخواهی کردم نیافتم
لاچار بتو روئے آورده ایم اکنون اختیار کار
رسولنا عزم بدست تو داده هرچه دانی بسر
انجام رسانی۔ سیدنا رضی اللہ عنہ نزد آن
مردود ظالم که جیون نام داشت بقومیت
هنود در هند به کوله معروف بود رفت و
نصائح فرمود که چرا مسلمانان را کشتی مگر
نمی ترسی از قهر قهار بهتر آن است
که کفر را گذاشته براه اسلام آئی
والا نه جزائے خیر یابی ازین سخن روئے
درهم کشید لیکن زهرهٔ آن نداشت که
بکشد باوجود خونخواری ومغروری که
او را بود هیچ نگفت مگر آنکه جواب داد
شمارا با من چه کار دور شوید۔ سیدنا
رضی اللہ عنہ از انجا در بیابان
نزهتا آمد وبحضرت عزت نالید تیر
دعایش بر هدف اجابت رسید ابر برآمد
وباران باریدن گرفت حصارش
در افتاد جیون ملعون باتباع خود زیر دیوار
منهدم ومعدوم شد۔

نے شیخ علی کے اعزا و اقربا اور انکے زن و
فرزند کو جام شہادت نوش کرایا تھا اور جسکے
ظلم و ستم سے تنگ آکر شیخ علی روضۂ نبوی پر
فریاد لیکر حاضر ہوئے تھے۔ کہ جسکی تفصیل پہلے
گذر چکی ہے جیون اس کا نام تھا اور کولہ کے
لقب سے مشہور تھا۔ شیخ علی نے اسموقع پر اپنا
قصہ دہرایا۔ لیکن حضرت نے مناسب سمجھا کہ پہلے
اتمام حجت کرلی جائے۔ چنانچہ شیخ علی کو ساتھ
لیکر اسکے پاس تشریف لیگئے اور اسے مسلمانوں کے
ناحق خون بہانے اور ان پر ظلم و ستم توڑنے کیلئے
لعنت ملامت کی اور کہا کہ اب خیر اسی میں ہے کہ کفر
سے باز آکر اسلام قبول کر اور اپنے گناہوں کی تلافی کر
جیون غصہ سے بیتاب ہو رہا تھا مگر حضرت کا رعب اس پر
اسطرح چھایا ہوا تھا کہ اسے آپ سے آنکھ ملانیکی جرأت
نہ تھی آخر آپکو یہ کہکر رخصت کر دیا کہ تمہیں میرے کاموں
میں دخل دینے سے واسطہ؟ سیدنا جنگل میں واپس تشریف
لائے تو حضرت رب العزت کی درگاہ میں بالحاح و
زاری عرض رسان ہوئے اجابت انتظار میں تھی تیر
دعا نشانہ پر بیٹھا یعنی دعا مقبول ہوئی اسی وقت
بادل گھر آئے اور اس زور سے مینہ برسا کہ جیون
کا قلعہ اسی سیلاب میں بہ گیا۔ اور وہ بھی
اپنے ظالم ہمراہیوں کے ساتھ دیوار کے نیچے
دب کر ہمیشہ کے لئے فنا ہوگیا۔

منقبت

سیدنا رضی اللہ عنہ بعد ازین واقعہ نیز دران بیابان ماند و ازجائیکہ بود تجاوز نفرمود و این خبر فاش در اطراف شد۔ برادر جیون مقہور کرموں کولہ نام داشت وبموضع ڈومرہ کہ بیک کروہ ازانجاست مقام او بود در رنجش افتاد تا عوض برادر خود بکشد۔ ہر چند کہ مردمان او در بیابان می جستند نشان ما یان و سیدنا نمی یافتند الخ۔

جب جیون کی تباہی و بربادی کی خبر اطراف و جوانب میں مشہور ہوئی۔ تو اس کا بھائی کرموں نامی جو قریب ہی ایک کوس پر موضع ڈومرہ میں رہا کرتا تھا۔ یہ حال معلوم کر کے نہایت برہم ہوا اور انتقام کے جوش میں اپنے آدمیوں کے ساتھہ سیدنا کی تلاش میں وہاں آیا۔ سیدنا اور ہم لوگ وہیں ٹھیرے ہوئے تھے۔ مگر ان کو پتہ نہ چلا۔[۵]

[۵] قطب الاقطاب فرد الافراد حاجی حرمین الشریفین سیدنا و مولانا سید امیر محمد قادری رضی اللہ عنہ بن حضرت میر سید درویش محمد قادری البغدادی رضی اللہ عنہ ۸۴۷ھ میں ہندوستان تشریف لائے بلاد ہند میں آپکے تشریف لانیکی وجہ خاص خاندانی کتب تواریخ رسالہ شیخ علی شیر شیرازی و رسالہ قاضی جواد قادری و نسب نامہ غوثیہ وغیرہ میں یوں پائی جاتی ہے کہ سلطنت سادات کے زمانے میں جبکہ محمد شاہ بن سید مبارک شاہ تخت حکومت پر متمکن تہا۔ اطراف و جوانب ہند میں سخت ابتری اور بدنظمی پھیلی ہوئی تہی۔ کہ ۸۴۷ھ مطابق ۱۴۴۳ء میں شیخ علی ہندی نام ایک شخص موضع حسن پورہ کے رہنے والے جو نہایت عابد و زاہد تھے۔ روضہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ و آلہ وسلم پر اس امر کی فریاد لے کر پہنچے کہ مسلمانان صوبہ بہار کو کولہ راجہ کرموں و جیون کے ہاتھوں ارکان مذہبی ادا کرنے میں سخت اذیت پہنچتی ہے۔ شیخ علی ہندی کی اس فریاد پر حضرت سیدنا امیر محمد قادری رضی اللہ عنہ کو خواب میں رسول مقبول کی طرف سے بشارت ہوئی کہ وہ بغداد سے فوراً ہند کیطرف روانہ ہوں اور نسلاً بعد نسل وہیں قیام فرمائیں۔ حضرت اس بشارت پر سفر ہند کے لئے کمربستہ ہوگئے۔ اور چالیس درویشوں کے ساتھہ مع چند تبرکات کے جو حضرت کے جدّ اعلےٰ مدینہ منورہ سے ہمراہ لائے تھے اپنے وطن مالوف

منقبت

شبے از شبہا در بیشۂ نرمنا خفتہ بودم۔ بیدار شدم۔ سیدنا رضی اللہ عنہ را درمیان یاران ندیدم۔ ہر سو دویدم او رضی اللہ عنہ را با جمہورے نشستہ دیدم کہ آن گروہ را توبہ می کنانند و فرض شیعے نمایند نزدیک رسیدم شکل مہیب در نظر آمدن

حضرت شیرازی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں کہ ایکدفعہ رات کے وقت ہم نرمنا کے جنگل میں سوئے ہوئے تھے اتفاقیہ میری آنکھ جو کھلی تو سیدنا کو موجود نہ پایا اِدھر اُدھر تلاش کرتا ہوا ایک طرف کو گیا تو کیا دیکھتا ہوں کہ حضرت ایک جماعت کثیر کیسا تھ تشریف فرما ہیں اور انہیں مرید فرماتے اور امور

(بقیہ حاشیہ صفحہ گذشتہ سے پیوستہ) بغداد سے ہند کو روانہ ہوئے اور موضع نرمنہ ٹال پرگنہ انچھا جہاں کولہ راجہ مقیم تھا پہنچکر بامداد الٰہی و بہ برکت بزرگان دین اسپر فتح پائی۔ وہاں چندے قیام فرماکر موضع اجھر شریف میں جا نکی آب وہوا آپکو خوشگوار معلوم ہوئی ٹھیرے عصا آپ کا زمین پر گرتے ہی ایک سرسبز درخت ہوگیا آپکو پیشینگوئی اپنے والد بزرگوار کی یاد آئی۔ فرمایا کہ یہی مقام میری سکونت کا ہے پس آپنے باستقلال اجھر شریف کو اپنا مسکن قرار دیا اور وہیں قیام فرمایا۔ خاص اجھر کی آبادی آپ ہی کی ذات باصفات سے ہوئی۔ پہلے یہ ایک ویران جنگل تھا۔ اسوقت یہاں کے سادات ادب و عزت کی نگاہ سے دیکھے جاتے ہیں۔ حضرت کا عرس مبارک ہر سال یکم ربیع الاول کو نہایت دہوم سے ہوتا ہے اور تبرکات کی زیارت بھی ہوتی ہے۔ ہندوستان کے اکثر مشائخین اور قرب وجوار کے تمام سادات شریک ہوتے ہیں۔ وصال آپکا سنہ ۹۴۰ ہجری میں ہوا اور خاص اجھر شریف میں مدفون ہوئے۔ آپکا مزار پُرانوار بڑی درگاہ کے نام سے مشہور ہے۔

شیرشاہ بادشاہ ہند نے حضرت سیدنا و مولانا سید امیر محمد قادری البغدادی رضی اللہ عنہ کے منجھلے صاحبزادے حضرت سید شاہ جلال الدین ابدال قادری رضی اللہ کو سند معافی برائے اخراجات خانقاہ اجھر شریف بذریعہ عامل صوبہ بہار عنایت کی۔ مگر چونکہ وہ بادشاہِ کون و مکان کے بادۂ محبت کے سرشار تھے انکو ایسے اسناد کی کیا پروا تھی۔ صرف بپاسخاطر سلطان ہند تھوڑا رقبہ زمین کا قبول فرماکر سند کثیر التعداد وشکریہ کے ساتھ سلطان کو لوٹادی۔ اب وہ اراضیات عطیہ موضع اجھر شریف و محی الدین پور و نرسند پرگنہ انچھا ضلع گیا کے نام سے مشہور ہے۔ ۱۲ (مقتبس از کتاب تاریخ داؤدیہ)

گرفت از ہیبت لرزہ بر اندامم افتاد۔ فریاد
کردم یاسیدی دریاب از حال، انبوہی آن
صورت ہا مختلفہ از نظرم غائب شد پرسیدم
یاسیدنا ایشان کیان بودند فرمود جنیان کہ
برائے مرید گشتن نزد من رسیدند مسائل
دینی و علم راہ راست می آموختند، گفتم ایشان
کجا رفتند۔ فرمود چون ترسیدی گفتم تا از نظرت
غائب شوند از ان سبب از نظر تو پوشیدہ
گشتہ ہمیں جا نشستہ اند گفتم یا سیدنا
بفرما تا از علمائے ایشان بصورت نیکوترین بر من
حاضر آید تا از و سوالہا بپرسم۔ سیدنا
رضی اللہ عنہ فرمود یَا شَمحُوْنُ اُحْضُرْ
جَمِیْلاً مردے خوب روئے پیراہن پوش
بر من حاضر آمد و گفت السلام علیکم
جواب سلام او دادم و پرسیدم شما
را دین خویش است۔ گفت بودہ است
پیشتر از آدم علیہ السلام پیغمبرے کہ او
را بعض از جنیان کشتند و بر خدا عاصی
شدند پس ابلیس علیہ اللعنت را خدائے
تعالیٰ با فرشتگان کثیر فرستاد
دران وقت ابلیس لعین را نزد ایزد متعال
منزلتے عظیم بود او جنیان را بقتل آوردہ
بعد از ان خدائے تعالیٰ بر ارادہ قال اللہ تعالیٰ

دینیہ کی تعلیم دیتے ہیں۔ نزدیک گیا تو نہایت
ہیبت ناک نادیدنی صورتوں کے بھیانک
نظارہ سے میرے حواس بجا نہ رہے۔ بدن پر
لرزہ طاری ہو گیا۔ بیساختہ میرے منہ سے ایک
چیخ نکلی کہ یا سیدی خبر لیجئے فوراً وہ مہیب شکلیں
میری نظر سے اوجھل ہو گئیں مینے حضرت سے
پوچھا کہ یہ کون لوگ تھے تو آپ نے فرمایا کہ یہ
لوگ قوم اجنہ سے ہیں۔ کہ جو بیعت اور امور دینی
کی تعلیم کی غرض سے یہاں آئے ہوئے ہیں لیکن
تمہارے ہیبت زدہ ہوجانیکی وجہ سے تمہاری
نظروں سے پوشیدہ ہو گئے ہیں مینے عرض کیا کہ
انکے عالموں میں سے کسی ایک کو حکم دیجئے کہ وہ
اچھی شکل میں ظاہر ہو سیدنا نے فرمایا یا شمحُونُ اُحْضُرْ
جمیلاً یہ حکم پاتے ہی ایک شخص خوبصورت پیراہن پہنے
میرے پاس آیا اور السلام علیکم کہا مینے اسکے سلام کا
جوابدیا اور پوچھا کہ تمہارا اپنا خاص کوئی دین بھی ہے
جواب میں اس نے کہا کہ ابوالبشر حضرت آدم علیہ
السلام سے پہلے قوم اجنہ میں پیغمبر مبعوث ہوتے تھے
اور وہ انہیں کے دین کی پیروی کرتے تھے جب اس قوم
کی سرکشی حد اعتدال سے تجاوز کر گئی اور انکے ہاتھوں
ان پیغمبروں کو جام شہادت نوش کرنا پڑا تو غیرت الٰہی جوش
میں آئی اور اللہ تعالیٰ نے ابلیس کے ساتھ فرشتوں کی ایک
جماعت کثیر کو بھیجا تاکہ ان سرکشوں کے وجود کے خس و خاشاک

وَاِذْ قُلْنَا لِلْمَلٰۤئِكَةِ اسْجُدُوْا لِاٰدَمَ فَسَجَدُوْۤا اِلَّاۤ اِبْلِيْسَ ؕ اَبٰى وَاسْتَكْبَرَ ٭ وَكَانَ مِنَ الْكٰفِرِيْنَ ۔ چون آدم علیہ السلام بر زمین آمد قوم جن برو ایمان آوردند بعضے از جنیان را شیطان از راہ برد و گفت چرا ناری شدہ بخاکی آید وآن گروہ ضلالت را فوج گردانید وشیطان نیز از قوم جن بود چنانچہ قَالَ اللّٰہُ تَعَالٰے کَانَ مِنَ الْجِنِّ فَفَسَقَ عَنْ اَمْرِ رَبِّہٖ او از کثرت عبادت درجۂ ملائک حاصل کرد بر ہمہ فرشتگان سبقت بردہ زمانیکہ کافر شد باز صفت جنی عود کرد شہوت وخواہش برو غلبہ آورد تا قوم شیاطین وجنود ابلیس پیدا شد اکنون بافوج خود بر جنیان مسلمان غلبہ می کند ومغلوب میشود وہمچنین از زمان ابوالبشر بہر دورے بر پیغمبر زمان ایمان می آوردند کہ موسائی وعیسائی ومحمدی شدند ۔ ندانی کہ جنیان بر سلیمان علیہ السلام ایمان آوردند وباوے

سے روئے زمین کو پاک کردیں چنانچہ انہوں نے ان جنات کو قتل کرکے انہیں انکے اعمال کی سزا دی اسوقت ابلیس کا مرتبہ بہت بلند تھا جب آدم علیہ السلام وجود میں آئے تو تمام فرشتوں نے حکم ربی کی تعمیل میں انکو سجدہ کیا مگر ابلیس مغرور نے انکار کیا اور راندۂ درگاہ ہوا حضرت آدم علیہ السلام کی بعثت کے بعد جو جن اچھے تھے آپ پر ایمان لائے اور بقیہ کفر کی حالت میں رہے ۔ اور ابلیس کی ذریات میں داخل ہو گئے ۔ ابلیس بھی قوم اجنہ میں سے تھا اور بوجہ عبادت وریاضت اسے بارگاہ ایزدی سے بلند مرتبہ عطا ہوا لیکن کفر وطغیان کے بعد وہ اپنی اصلی حالت پر لوٹ آیا ۔ جو اکثر مسلمان جنوں پر غلبہ حاصل کرنیکی کوشش کرتے ہیں مگر ہمیشہ منہ کی کھاتے اور ناکام رہتے ہیں ۔ حضرت ابوالبشر کے بعد جس قدر پیغمبر مبعوث ہوئے قوم اجنہ ان پر ایمان لاتی رہی چنانچہ حضرت سلیمان علیہ السلام کے عہد میں سوائے ابلیس کے باقی تمام جنات آپ کے حلقۂ اطاعت میں داخل تھے ۔ اسی طرح جب حضور نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام مبعوث ہوئے تو ایک روز بطن نخلہ میں اس گروہ کے بعض لوگوں نے قرآن شریف سنا ۔ اپنے

ے۱ اور جب ہمنے کہا فرشتوں کو کہ سجدہ کرو واسطے آدم کے پس سجدہ کیا انہوں نے مگر شیطان نے نہ مانا اور تکبر کیا اور تہا وہ کافروں سے ے۲ تہا وہ ابلیس قوم جنات سے پس اس نے نافرمانی کی اپنے رب کے حکم کی ۔

بظاہر ہم بودند چنانچہ قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰے
وَحُشِرَ لِسُلَيْمٰنَ جُنُوْدُهٗ مِنَ الْجِنِّ
وَالْاِنْسِ وَالطَّيْرِ فَهُمْ يُوْزَعُوْنَ ۝ [۵۱]
ہمچنیں دیگر فسحر من الخ کہ سلیمان علیہ السلام کردہ
بہ عمر آن آمدہ است و در بطن نخلہ چون قوم
جن فرقان راشنیدند قوم خود را خبر کردند لیلۃ
الجن بر مصطفیٰ صلے اللہ علیہ و آلہ وسلم ایمان آوردند
رفتند چنانچہ در سورۂ جن مذکور است اکنون کہ ختم
رسالت و نبوت بروے علیہ السلام شد پس روئے
اولیاء امت علیہ السلام می آرند مگر نشنیدہ کہ
یکبار بر منبر کوفہ علی علیہ السلام استادہ خطبہ میخواند
جنے صورت اژدر گرفتہ چیزے در گوش مرتضیٰ
علیہ السلام گفت جواب یافت و باز رفت مردمان
ازاں حالت پرسیدند فرمود۔ درمیان جنیان
کہ محمدی اند بر مسئلہ اختلاف فتادہ ہر یکے این جن
را او درمیود وکیل خود ہا ساختہ پیش من فرستادند
تا ہر چہ او گوید یعنی امیر المومنین علی علیہ السلام فرماید
ہماں راست باشد ہمچنیں اے علی شیر بر سم
الجن والانس سید محی الدین ابو محمد عبد القادر
جیلانی رضی اللہ عنہ فوج فوج جنیان می آمدند
و مرید می گشتند و اذکار الہی می آموختند تا ہنوز

دیگر ہم قوموں سے اس کا ذکر کیا اور حضور پر
ایمان لائے۔ جیسا کہ سورۂ جن میں مذکور ہے
جب آنحضرت صلے اللہ علیہ و آلہ وسلم
پر باب نبوت ختم ہوا۔ تو اس وقت سے
ہم بوقتِ ضرورت اولیاء کرام کی طرف
رجوع کرتے ہیں کیا آپ کو معلوم نہیں کہ ایک
بار حضرت علی کرم اللہ وجہ کوفہ کی مسجد میں
خطبہ پڑھ رہے تھے۔ کہ ایک جن اژدر کی
شکل میں وہاں آیا۔ آپ کے گوش مبارک
میں کچھ کہا اور جواب ملنے پر واپس چلا گیا
جب حضرت سے لوگوں نے دریافت کیا
تو آپ نے فرمایا کہ ایک مسئلہ کے متعلق
مسلمان جنوں میں اختلاف ہو گیا تھا
فریقین نے اسے وکیل بنا کر بغرض استفتا
میرے پاس بھیجا تاکہ اس استفتا کے
جواب کے مطابق عمل کریں۔ اے علی شیر
اسی طرح سید محی الدین ابو محمد عبد القادر
جیلانی رضی اللہ تعالےٰ عنہ کے حضور میں
میری قوم کے لوگ جوق در جوق حاضر ہو کر
بیعت کرتے اور اذکار الٰہی کی تعلیم حاصل
کرتے۔ اور یہی سلسلہ اب بھی جاری ہے

---

۵۱ اور اکٹھے کئے گئے واسطے سلیمان کے لشکر اس کے جنوں اور آدمیوں سے اور اُڑتے جانور پس وہ
مثل بمثل کھڑے کئے جاتے تھے۔

طریقہ درمیان ایشان جاری است تا کہ در
اشرف المخلوقات مردے صالح و عالم علم نبوی
وصاحب کرامت و کشف یابند اقتدائے ہر یکے
از صلحائے گروہ خود مینمایند و ایشان را در خلا
وملا گذر یست بر مردان کسے ایشان را نہ بنید
مگر از اولیاء یا کہ خود خود را نمایند و ایشان
افعال بنی آدم می بینند و درین روزگار از
شرق تا غرب مثل سیدنا شیخنا سید محمد قادری
در علم و عمل نیست از ان او را قبلۂ حاجات
دانستہ گاہ گاہ میرسیم و ازو تعلیم صوری
و معنوی بحسب قابلیت خود ہا مستفید میگردیم
پرسیدم اے شمعون بر گروہ جنیان حکم سیدنا نافذ
است چنانچہ ہر چہ گوید کند گفت اختصاص
جنیان چیست حکم او بر ہمہ مخلوقات زمینی
چہ عناصر و جمادات و حیوانات و نباتات
سراسر جاریست باستماع این کلمات خوش
شدم و روئے سوئے سیدنا رضی اللہ عنہ آوردہ
عرض داشتم اے سلیمان بے نگین خدا تعالے
ترا چون چنین کرامت ارزانی فرمودہ چرا
سلیمان وار تختے نسازی تا بران سوار شدہ
ضلالت از عالم دفع گردانی و ہدایت رسانی
تبسم نمودہ و فرمود اے علی شیر منتخب مشو کہ
علماء محمدی علیہ السلام کہ عامل بر علم اندو

اشرف المخلوقات میں جو بزرگ صالح
اور عامل علم نبوی صاحب کشف و کرامت
ہوتے ہیں۔ ہم انکی پیروی کرتے ہیں۔
تمام عالم میں ہمارا گذر ہے لیکن سوائے
اولیاء اللہ کے ہمیں کوئی دیکھ نہیں سکتا
بجز اس کے کہ ہم خود ہی کسی پر ظاہر
ہوں"

اس زمانہ میں دنیا کے طول و عرض میں جو کہ
علم و عمل میں کوئی شخص حضرت شیخنا
و سیدنا سید محمد قادری کے رتبہ کا
نہیں۔ اس وجہ سے ہم لوگ کبھی کبھی آپکی
خدمت میں حاضر ہو کر حسب استعداد تعلیم
ظاہری و باطنی سے بہرہ اندوز ہوتے ہیں
مینے پوچھا اے شمعون کیا سیدنا کا حکم
تمام جنات پر نافذ ہے؟ اس نے جواب
دیا کہ صرف ہم پر ہی کیا موقوف ہے تمام
مخلوق کیا عناصر کیا موالید ثلاثہ سب پر
آپ کے احکام جاری ہیں۔ یہ سنکر میں بہت
خوش ہوا۔ اور سیدنا رضی اللہ تعالے عنہ
سے عرض کیا کہ یا حضرت اس کرامت و
مرتبہ کے باوجود آپ بھی سلیمان علیہ السلام
کی طرح تخت پر کیوں نہیں چلتے اور کفر و ضلالت
کی رسوم کو دنیا سے نہیں مٹاتے۔ آپنے

کرامت ایشان ہمچون پیغمبران سابق خدائے تعالےٰ ارزانی فرمود تاہر منکرے از منکران دین محمدی ہرچہ از کرامت طلبید نماید وشرع مصطفوی علیہ السلام برپا دارند چنانچہ قَالَ النَّبِیُّ عَلَیْہِ السَّلَامُ عُلَمَاءُ اُمَّتِیْ کَاَنْبِیَاءِ بَنِیْ اِسْرَائِیْلَ پس ہرچہ خواہند توانند کرد مگر چیزیکہ مقرر و مقدر شدہ بر شخصے از اشخاص بنی آدم ومخصوص وی گردانیدہ چنانچہ کہ گفتی مگر فراموش کردی دعا سلیمان علیہ السلام قال اللہ تعالےٰ قَالَ رَبِّ اغْفِرْلِیْ۔

تبسم فرمایا اور کہا "تم تعجب نہ کرو آں حضرت علیہ الصلوٰۃ والسلام کی امت کے علماء کو بھی انبیاء سابقین کی طرح اللہ تعالےٰ نے کرامات عطا فرمائے ہیں۔ چنانچہ ارشاد نبوی ہے۔ کہ میری امت کے علماء بنی اسرائیل کے انبیا کی طرح ہیں مگر جو باتیں جس نبی کے ساتھ مخصوص تھیں وہ اولیاء کرام کے ساتھ ہمیشہ نہیں رہ سکتیں۔ تصدیق معجزات کے لئے کبھی کرامات ظاہر ہوا کرتی ہیں۔

منقبت

روزے در وادیۂ زہنا بجائے کہ بودیم گاوان خیل خیل آمدن گرفت از پئے ایشان گاویان نیز در رسید چشمش بر مایان افتاد وگفت شما چہ کسانند کہ درین بیابان کہ محل درندگان وخزندگان وگزندگان است مردمان از خوف ہلاک اینجا آمدن نتوانند مقام کردہ اید۔ سیدنا رضی اللہ عنہ فرمود۔ اکنون چہ توان کرد انچہ خواہد شد بظہور خواہد پیوست ہنوز این سخن بر لب مبارکش بود کہ اژدریے پیدا شد

شیرازی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔ ایکروز زہنا کے جنگل میں گائیں آنی شروع ہوئیں انکے پیچھے چرواہا بھی تھا۔ وہ آیا اور ہم لوگوں کو دیکھکر تعجب سے بولا کہ اس بیابان میں درندوں کے خوف سے کوئی انسان گذر نہیں کرتا اور تم لوگ بلا دھڑک یہاں کیونکر ٹھیرے ہوئے ہو۔ حضرتؓ نے فرمایا خدا کی جیسی مرضی ہوگی وہی ہوکر رہے گا۔ ابھی آپ نے یہ جملہ پوری طرح سے ارشاد بھی نہ فرمایا تھا۔ کہ ایک اژدہا آتا ہوا دکھائی دیا۔ اسے دیکھکر چرواہا اور آپکے

گاویان و بعضے از رفقائے تر سیدند و اژدر نزدیک سیدنا رضی اللہ عنہ رفت و بزبان فصیح گفت سید امرا در سلک مریدان منسلک گردان ۔ سیدنا رضی اللہ عنہ اور ا کلمۂ شہادت تلقین فرمود ۔ و نصیحت کرد بذکر الٰہی و فرمود تو مرید شدی ۔ پرسیدم چرا اورا امر بصوم و صلوٰۃ و حج و زکوٰۃ نکردی ۔ فرمود ۔ این ہمہ بر مردمان فرض است ۔ اما بر دیگر مخلوقات بجز از ذکر خدائے تعالےٰ و ایمان برو و ملکوت و پیغمبران او و آنچہ حشر وغیرہ است آوردن فرض نیست ۔ زیرا کہ ایشان را چندان عقل نداوہ کہ مدرک جزئی و کلی شوند و باز دانند کہ بکدام چیزہائے نماز و روزہ و زکوٰۃ و حج فاسد و مکروہ و بکدام وجہ درست گردد و جمع واموال نمی یابند تا زکوٰۃ دہند ۔ غرض داشتم ۔ سیدنا رضی اللہ عنہ مید انستم ۔ مگر وے جن است بلسان باواز فصیح مردم وار کلمہ گفتہ فرمود ۔ در ذکر خدا ہمہ مخلوقات مشغول اند خداوند و باداؤد علیہ السلام کوہ و جانوران تسبیح میگفتند ہمچون مردمان قال اللہ تعالےٰ وَسَخَّرْنَا مَعَ دَاوٗدَ الْجِبَالَ يُسَبِّحْنَ وَالطَّيْرَ ط وَكُنَّا فَاعِلِيْنَ ۔ و باصحاب کہف کلب سخنان توحید بزبان انسان بیان کردہ

ناقۂ حضرت صالح علیہ السلام از کوہ از سنگ پیدا شد با بچہ او و علیہ السلام ایمان آوردہ و کلب اصحاب کہف مردمان

بعض رفقا سہمے مگر وہ اژدہا حضرت کے قریب آیا ۔ اور آپکی خدمت میں عرض کیا کہ مجھے بھی اپنے سلک ارادت میں منسلک کیجئے ۔ سیدنا رضی اللہ عنہ نے اسے کلمۂ شہادت تلقین فرمایا اور دوام ذکر الٰہی کی ہدایت فرمائی حضرت شیرازی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں کہ میں نے پوچھا یا حضرت اسے صوم و صلوٰۃ و حج و زکوٰۃ کے لئے حکم نہ فرمایا آپنے جوابدیا کہ یہ سب انسانوں پر فرض ہیں ۔ دوسری مخلوق کیلئے صرف ایمان و ذکر خدا میں رہنا ہی کافی ہے ۔ کیونکہ انہیں اتنی عقل عطا نہیں کیگئی ہے کہ وہ جزئی اور کلی امور کا ادراک کرسکیں ۔ اسلئے وہ شرعی احکام سے بری کئے گئے ہیں ۔ وَاِنْ مِّنْ شَيْءٍ اِلَّا يُسَبِّحُ بِحَمْدِهٖ ۔ لیکن شیرازی رحمۃ اللہ علیہ نے اس اژدہا کو قوم جن سے تصور فرمالیا تھا اور اسی خطرہ کا انہوں نے حضرت سیدنا کے سامنے اظہار کیا ۔ اس کے سنتے ہی اس اژدہا نے کلمۂ شہادت پڑھا ۔ اور بزبان فصیح اسطرح گویا ہوا ۔ کیا تم نہیں جانتے کہ تمام مخلوق خدا کے ذکر میں مشغول رہتی ہے ۔ حضرت صالح علیہ السلام کی اونٹنی معہ اپنے بچے کے ان پر ایمان لائی ۔ داؤد علیہ السلام کے ساتھ پہاڑ اور جانور تسبیح کرتے تھے اصحاب کہف کا کتا انسانوں کی طرح توحید کی باتیں

و بر محمد علیہ السلام ہمہ مخلوقات علوی و
سفلی اسلام آوردہ و بزبان فصیح کلمۂ
طیب بزبان براندند۔ بعد رسولنا علیہ
السلام بر خلق او بر حق بودند میگردیدند
چنانچہ شاہ زنبوران وغیرہ بدست مرتضٰی
کرم اللہ وجہہ اسلام آوردہ و بر جدی
سید عبد القادر جیلانی رضی اللہ عنہ می
رسیدند جانوران و ماہی ہائے بصورت
مردم گرفتہ واقعہ و حادثہ و کیفیت و
حقیقت خودہا بزبان عربی می گفتند
زیراچہ آدم خلیفۂ زمین بود۔ پس ہمہ
اہل زمین مطیع و منقاد او گشتہ و ہمان
سلسلہ تاہنوز جاری درمیان خلفائے
رسول اللہ است۔ عرضداشتم یا سیدی
اگر این اژدر است موذی باشد می باید
کہ امر کردے بترک ایذائے۔ جواب داد
درندگان و ہر متعلم راخدائے تعالےٰ
قوت از جانوران متفرر ساختہ و گزندگان
راخاصیت گزندگی دادہ ازان حلال است
ایشان را چنانکہ اکثر جانوران بر مسلمان
حلال گردانیدہ۔ امّا بعد ازین سیّد
علاء الدین تبریزی بر من از راہ ملامت
خطاب کرد۔ تراچہ میرسد کہ اعتراض میکنی

کیا کرتا تھا۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر
مخلوقات علوی و سفلی سب ایمان لائے آنحضرت
صلعم کے بعد بھی خلفاء و ائمہ کرام و اولیائے
عظام کے درمیان یہ سلسلہ برابر جاری رہا
چنانچہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے دست مبارک
پر شاہ زنبوران اسلام لایا حضرت جدی سید
عبد القادر جیلانی رضی اللہ عنہ کے پاس
جانور اور مچھلیاں انسانی شکل میں آکر حالات
و واقعات زبان عربی میں بیان کیا کرتے کیونکہ
حضرت آدم علیہ السلام خلیفۃ الارض تھے اس
لئے جو انسان خلفائے رسول اللہ صلعم سے ہیں
انہیں اسوقت تک یہ سلسلہ جاری ہے اور جاری
رہیگا۔ شیرازی رحمۃ اللہ علیہ نے عرض کیا کہ
یا سیدی اس موذی اژدر اور اسکی نوعیت کو انسانوں
کے کاٹ کھانے اور جانوروں کی غذا کرنیسے منع
فرمائیے! آپنے فرمایا ان جانوروں کی غذا بھی
جانور ہی ہیں! انکو اپنی حفاظت کیلئے گزندگی
اور درندگی کی طاقت خدا ہی نے عطا کی ہے
جیسے حلال جانوروں کو انسان اپنی غذا کرتے
ہیں! اور عند اللہ ماخوذ نہیں ہوتے۔ اسیطرح یہ
موذی جانور اگر اپنے بچاؤ کے لئے اظہار قوت
کا کریں تو وہ کوئی گناہ نہیں کرتے۔
شیرازی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں کہ میری ان

برسید مخدوم وارمیگوئی این چرانکردی وآن چرانفرمودی۔ جوابش دادم این سوالہا ازبرائے تفہیم جوابہا مشکل بود نادانم آنچہ ازان نادانم اگرازسیدنا رضی اللہ عنہ نمی پرسیدم پس پیش کدام کس فتوی میگرفتم واین مشکلات حل میکردم۔ سیدنا رضی اللہ عنہ فرمود۔ اے علاءالدین باکے منیت علی شیر آنچہ پرسید خوب کرد ازانکہ علم چیزے بہتر ازنادانستن اوست۔ بعدہٗ روئے مبارک خودرا سیدنا رضی اللہ عنہ بسوئے اژدر کرد وگفت برو باجنس خود آمد ورفت دارراہ اخلاص وداد چون رفاقت سیدنا رضی اللہ عنہ قبول کرد نامش وے رضی اللہ عنہ محبّت بنہاد۔ فرمود اے محبّت ہر آئینہ اگر باما ایمانے داری ایذا بگذار پذیرفت وہمراہ بماند وبذکر الٰہی ذاکر بود۔

باتوں پر سید علاءالدین تبریزی رحمۃ اللہ علیہ نے مجھے ملامت کی۔ اور کہا کہ تمہیں کیا ہو گیا ہے۔ کہ حضرت سے مخدوم وار سوال وجواب کر رہے ہو۔ میں نے کہا کہ ان سوالات کا مطلب صرف استفادہ ہے اس کے سوائے اور کوئی منشاء نہیں۔ جو باتیں میری سمجھ میں نہ آئیں۔ اگر انہیں حضرت سے دریافت نہ کروں تو پھر کس سے پوچھوں یہ سنکر حضرت نے ارشاد فرمایا اے علاءالدین کیا سچ ہے جو باتیں علی شیر نہیں جانتے تھے انکا دریافت کرنا ہی بہتر تھا اسلئے کہ کسی چیز کا جاننا نہ جاننے سے بہتر ہے ان باتوں کے بعد آپ اژدر کیطرف مخاطب ہوئے اور فرمایا کہ اپنی جنس میں جا۔ مگر اس نے آپکی رفاقت کے سوا اور کچھ پسند نکیا آپنے محبت اس کا نام رکھا اور وہ برابر ذکر الٰہی میں رہا کرتا اسکے سوائے اسے اور کوئی شغل ہی نہ تھا سبحان اللہ ؎

پذیرندہ را آبروئے خوش است
اگر مور باشد وگر شیر ومار
بود کلب اصحاب کہف ازنمود
بہ اعمال پاکیزہ و ہوشیار

گاویان کہ این کرامت ازسیدنا رضی اللہ عنہ دید گفت بیشک پروردگار آن خدائے است کہ برذات پاک او این اژدر گواہی داد ودین محمدی برحق است کہ اژدرہا

جب چرواہے نے حضرت کی یہ کھُلی کرامت دیکھی کہا کہ بیشک وہی خدا ہے جس پر اس اژدہے نے گواہی دی۔ دین محمدی برحق ہے جسے اس اژدہے نے قبول کیا۔ اسی وقت

پذیرفت درحال نزد سیدنا رضی اللہ عنہ
آمد وگفت برمن دین خود عرض کن۔ تا
کلمۂ شہادت گویم ومعنی آن بزبان ہندوی
اورا تلقین فرمود ونامش صادق نہاد و
گفت اے صادق برو بنزد این گاوان جامے
پُرکردہ از شیر بیار گفت ہمہ گاوان دوشیدہ
شدہ اند قطرۂ شیر در پستان ایشان نماندہ
است سیدنا رضی اللہ عنہ اشارت بگوسالہ
نمود کہ اورا دوشد گفت این بچہ دو ماہہ
است۔ خود شیرے مے نوشد شیر ازکجا
دہد۔ فرمود۔ بدوش۔ بحکم او برجائیکہ
پستان میشود دست آورد پستان پیدا
شد تا اورا دوشید بسیار شیر ازان روان
شد تا جامے پر از شیر آنحضرت رضی اللہ
عنہ بگرفت وپیش مار نہاد وفرمود بنوش
کہ روزئی تو ہمیں مقرر کردند تا کہ بامردن
باشی بجز ازین شیر دہان خود را از چیزے
دیگر آلودہ نکنی قبول نمود۔ صادق کہ این
دیگر کرامت دید صدق اورا زیادہ
ترشد۔

وہ سیدنا رضی اللہ عنہ کے قریب آیا اور کہا
کہ آپ مجھے بھی اپنا دین تعلیم کریں۔ آپ نے
اسے کلمہ شہادت پڑھایا۔ اس کے معنی اسے
ہندی زبان میں تلقین کئے اور اس کا نام
صادق رکھا اور فرمایا اے صادق ان گایوں
کے نزدیک جا اور ایک جام دودھ دوہ لا
اس نے کہا انکو دوہ چکا ہوں۔ ان کے
تھنوں میں اب ایک قطرہ دودھ بھی باقی
نہیں۔ آپ نے ایک گوسالہ کی طرف
اشارہ کرکے فرمایا کہ اسے دوہ۔ صادق
نے عرض کیا کہ حضور یہ ابھی دو مہینے کا
بچہ ہے۔ خود ہی دودھ پیتا ہے دودھ
کہاں سے دے گا۔ حضرت نے دوبارہ
ارشاد فرمایا آپ کے حکم سے صادق نے اسے
دوہنا شروع کیا خدا کی قدرت سے اسکے پستان نمودار
ہوگئے اور بہت دودھ ان سے رواں ہوگیا
آپنے ایک جام بھر کر اس اژدہا کو دیا اور فرمایا آج
سے یہ تیری غذا مقرر ہوگئی ہے خبردار اور چیز نہ
کھانا صادق نے جب دوسری کرامت دیکھی اس کا
صدق اور بھی بڑھ گیا۔

منقبت

ازان روز صادق بخدمت سیدنا رضی اللہ عنہ

اس روز سے صادق ہر روز بلاناغہ حضرت

شیر می رسانید کہ ہمہ رفقا را کفایت میکرد
روزے او نزد آنحضرت بازگشتہ میرفت
تا برلب جو او در رسیدہ بود دید دو کس
را بصد سوز و نالہ و افغان بر داشتہ
میگریستند چنانچہ او را بر حال زار ایشان
رحم آمد حقیقت استفسار کرد گفتند این اسپے
را کہ مردہ بینی در سہسرام بازرگان آوردہ
بود صفت و خوبی او مردمان بسیار از
اندازہ بیرون بگوش دریا خان کہ والی
بہار است رسانیدند تا مایان را برائے
خریدن او روانہ ساخت۔ خریدہ اینجا
رسیدیم خواستیم از بن آبش سیراب گردانیم
در افتاد و جان داد تا می ترسیم کہ جواب
خان مذکور را چہ خواہیم داد و او مرد خونخوار
است مبادا کہ بر ما گزندے رساند
ازان در پریشانی و حیرانی افتادہ ایم صادق
گفت شمارا دلالت کنم بر مردیکہ این دیہہ
از دعاء بد او خرابی یافتہ و اژدہا با وکام
دل جوید و براہ او پوید و دو ماہہ گوسالہ
بفرمان او شیر دادہ چہ عجب کہ این اسپ
مردہ را زندہ گرداند از انجا کہ غم و ترس
از خداوند نعمت خود بسیار داشتند ہمراہ
صادق نزد سید نا رضی اللہ عنہ رسیدند

کی خدمت میں اسقدر دودھ پہنچاتا کہ جو ہم
سب کی ضروریات کے لئے مکتفی ہوتا ایکروز
حسب معمول وہ دودھ پہنچا کر واپس جارہا
تھا۔ کہ ندی کے کنارے اس نے دو آدمیوں
کو نہایت پریشان اور گریہ وزاری میں مبتلا
پایا۔ موجب پریشانی یہ امر تھا۔ کہ کوئی سوداگر
سہسرام میں ایک گھوڑا لایا جب اس گھوڑے
کی تعریف و توصیف دریا خان والی بہار نے
سنی تو ان دونوں آدمیوں کو اسکی خرید کی
غرض سے سہسرام بھیجا۔ یہ اس گھوڑے کو
خرید کر واپس والی بہار کے پاس جارہے تھے
ندی کے کنارے گھوڑے کو پانی پلانے کیغرض
سے ٹھیرے کہ گھوڑا اچانک گر کر راہیٔ ملک عدم
ہوا۔ انہوں نے صادق کو اپنا تمام ماجرا
سنایا مردہ گھوڑے کی لاش دکھائی اور کہا
کہ رونا اس بات کا ہے کہ ہمارا مالک نہایت
خونخوار ترش مزاج ہے۔ خبر نہیں کیا خیال
کرے۔ اسے ہم کیا جواب دینگے۔ ڈر ہے کہ
کہیں وہ ہمیں کوئی تکلیف و اذیت نہ پہنچائے
صادق نے کہا کہ ایک بزرگ اس جنگل میں موجود
ہیں جنکی بددعا اس قصبہ کی بربادی کا باعث
ہوئی۔ اور جنکی نظر کرم سے اژدہا اپنی مراد
کو پہنچا اور جنکے حکم سے دو ماہہ گوسالہ دودھ

واحوال باز گفتند وحیات اسپ را دیگر بار خواستند۔ وے رضی اللہ عنہ فرمود۔ این قدرت ما نیست خیال محال از سر بدر کنید۔ از شنیدن این سخن ہر دو خنجر کشیدند و بر شکم نہادند تا خود را ہلاک سازند او رضی اللہ عنہ بر سوگواریٔ ایشان مہربان شد و دستہائے ایشان از ہر دو دست مبارک گرفت و برخواست و با ایشان نزد اسپ آمد و فرمود۔ قُم باذن اللہ اسپ زندہ و تندرست برخواست ؎

دیتا ہے کیا تعجب کہ انکی توجہ سے یہ مُردہ گھوڑا ابھی زندہ ہو جائے۔ ان دونوں بھائیوں کو اپنے مالک کا بیحد خوف تھا اسلئے فوراً صادق کے ساتھ حضرت کے پاس آئے۔ اور عرض حال کے بعد گھوڑے کی دوبارہ زندگی کے خواستگار ہوئے آپنے فرمایا یہ خیال محال ہے اسے دماغ سے نکال ڈالو۔ آخر مایوس ہوکر انہوں نے اپنی ہلاکت کیغرض سے خنجر نکالکر اپنے پیٹ پر رکھ لئے حضرت سیدنا کو رحم آیا اور انکے ساتھ اسجگہ تشریف لیگئے جہاں گھوڑا مردہ پڑا تھا دیکھکر فرمایا قم باذن اللہ۔ قدرت الہٰی سے وہ گھوڑا اسی وقت زندہ ہو گیا بیشک ؎

بزرگان ز دل آنچہ خواہان شوند
کند در زمان آنچنان ذوالجلال
بسے مردہ را زندگی دادہ اند
بسے زندہ ہم یافتہ زیشان زوال

مَنقبَت

بعد ازین واقعہ ہر دو کس کہ نام یکے حاجی خان و دیگرے جامی خان بود از یک مادر و پدر نژاد داشتند گفتند یا سیدنا مارا مرید گردان۔ او رضی اللہ عنہ گفت مقصود خود یافتند بروند باز دست بخنجر بردند۔ وے رضی اللہ عنہ پس در بیعت

یہ کرامت دیکھکر ان دونوں شخصوں نے جو حقیقی بھائی اور حاجی خان جامی خان انکا نام تہا حضرت کے حلقۂ ارادت میں داخل ہونیکے خواستگار ہوئے حضرت نے فرمایا کہ تمہارا مطلب پورا ہو چکا اب اس بات سے حاصل؟ وہ نہ مانے جان دینے پر تیار ہو گئے۔ آپنے انکی بیعت لی اور فرمایا کہ اس

آورد و فرمود کہ این سر را فاش نکنید
اگر اظہار خواہند کرد ہماندم اسپ خواہد
مُرد۔ گفتند یا سیدنا ہر چہ باد اباد من
صفت و ثناء تو پوشیدہ نکنم ابرو از خورشید
را محجوب نگردانم۔ سیدنا رضی اللہ عنہ ایشان
را رخصت نمود تا در بہار نزد دریا خان
رفتند و اسپ را بدو سپردند او را البسیار
پسندیدہ در نظر آمد۔ ہر دو برادران را
خلعت فاخرہ بخشید نوازش وافر بسیار
کرد۔ تا روزے در مجلس او ثناء بزرگان
ماضی درمیان آمد۔ حاجی خان گفت مثل
شیخ من کسے در زمان ماضی نبود و حال
موجود نیست و بر استقبال نخواہد آمد
دریا خان گفت این کلمات را گواہی می
باید۔ گفت شاہد سخن من اسپ است
گفت چگونہ؟ گفت می آوردیم در راہ
بمرد سیدنا زندہ اش ساخت فرمود این
راز را فاش نکنید اگر خواہند کرد اسپ
درحال خواہد مرد۔ دریا خان آمد اسپ
خود جست در طویلہ مردہ یافتند او را
آرزوئے دیدار سیدنا رضی اللہ عنہ
افتاد و بیامد و تحفہ و ہدایہ از نقد و جناس
در پیش نہاد بمحل قبول مقبول گردید و

راز کو کسی پر ظاہر نہ کرنا ورنہ یہ گھوڑا
اسی وقت مر جائیگا۔ انہوں نے کہا جو
کچھ بھی ہو ہم سے یہ نہ ہوگا۔ کہ آپکی ثناو
صفت کو چھپا سکیں جب حضرت نے انکو
رخصت فرمایا۔ یہ لوگ دریا خان والی بہار
کے پاس پہنچے اس نے گھوڑے کو بہت پسند
کیا۔ اور دونوں بھائیونکو خلعت و انعام عطا
کئے۔ ایکروز دریا خان والی بہار کے دربار
میں بزرگان سلف کا تذکرہ ہو رہا تھا کہ
حاجی خان نے کہا مثل میرے شیخ کے کوئی
بھی نہوا۔ اور نہ اب ہونیکی امید ہے والی
بہار نے کہا کہ بلا دلیل اس دعوی کو کسطرح تسلیم
کیا جا سکتا ہے۔ خان موصوف نے کہا کہ پہلا
ثبوت تو یہ ہے کہ وہ گھوڑا جو ابھی ہم خرید کر
لائے ہیں راستہ میں مر چکا تھا مگر میرے حضرت
ہی کی دعا سے دوبارہ زندہ ہوا مگر اس
راز کے افشا کرنیسے منع کر کے آپنے فرما دیا تھا
کہ اگر اس بھید کو ظاہر کیا گیا تو گھوڑے کی
خیر نہیں چنانچہ مجھے امید ہے کہ وہ مر چکا ہوگا
اسی وقت والی بہار نے تحقیق کرایا تو معلوم
ہوا کہ واقعی ابھی ابھی وہ گھوڑا مر گیا ہے
یہ دیکھکر والی بہار کو سیدنا رضی اللہ عنہ کی
زیارت کا بیحد شوق ہوا حضرت کیخدمت میں

بحکم سیدنا رضی اللہ تعالےٰ عنہ بر لب چشمہ کہ اسپش زندہ شدہ بود مسجدے آراست وخانقاہے برپا کردہ

حاضر ہوا اور بہت سے تحائف نقد وجنس کی صورت میں آپکے نذر گذرانے جنہیں آپنے شرف قبول بخشا اور پھر آپکے ایماء سے اس چشمہ پر جہاں اس کا گھوڑا زندہ ہوا تھا مسجد اور خانقاہ تعمیر کرائی

چو در کفر او دین راخواست کرد
پئے بندگی مسجد آراست کرد

مَنقبت

چون درانجا دریاخان مسجد و خانقاہ و کوشکہا ساخت ایمعنی مشتہر برخلائق نواحی شد۔ کہ چنین بزرگے دربیابان آمدہ است کہ اژدر نیز محبت کردہ است ہرگاہ کہ اورا بنامش یاد میکنند او ہمچون مردم جواب می دہد و والیٔ بہار نیز مطیع و مسخر او گشتہ و دیگر از وصف سیدنا رضی اللہ عنہ شنیدہ خواص وعوام انبوہ کردند چنانکہ از غوغائے گروہ گروہ کہ می آمدند آواز یکدیگر شنیدہ آنحضرت مایان را فرمود تا ازینجا برخیزند و بروند بہ بیابانے دیگر کہ محل درندگان بسیار باشد و آنجا کسے نباشد آرام گیرم بروفق فرمان ہر یکے از مایان باوے رضی اللہ عنہ روان شدیم

دریاخان والیٔ بہار نے جب وہاں مسجد خانقاہ اورحضرت کی رہائش کیلئے مکانات تعمیر کرائے اور اسطرح آپکے کشف وکرامات کے واقعات کی چاروںطرف شہرت ہوئی اور یہ خبر زبان زدعام ہوئی کہ بیابان نرہنا میں ایک ایسے بزرگ تشریف لائے ہیں کہ اژدہا تک بھی آپ کے تابع فرمان ہے اور آپ کے فیض سے وہ آدمیونکی طرح کلام کرتا ہے۔ والی بہار بھی آپکے کمالات کی وجہ سے آپکا مطیع ومنقاد ہو چکا ہے۔ تو لوگ جوق درجوق آپکی خدمت میں حاضر ہونے شروع ہوئے ہجوم خلائق سے تنگ آکر حضرت نے اسجگہ کے ترک کرنے اور کسی ایسی جگہ جانے کا ارادہ کیا کہ جہاں کثرت درندگان کی وجہ سے کسی انسان کا گذر نہو۔ تاکہ زندگی اطمینان کامل سے

ہمدرین صادق دررسید وگفت سیدا چنین کوشکہائے آراستہ وپیراستہ گذاشتہ جرامی روی۔ اُو کہ ہندی بود ونیز فہم وفراست نداشت ازان اورا آنحضرت ہم بزبان ہندی ہمین قدر فرمود۔ "نہ ماما جیو اپنا نرہنا ہوا"۔ ازان روز نام آن جنگل وچشمہ نرہنا فتاد از ہر کہ شنیدہ می شود وشنیدہ میشد نرہنا اورا خوانند۔

گذاری جاسکے جس وقت ہم لوگ سیدنا رضی اللہ عنہ کے ساتھ روانہ ہونے کے لئے تیار ہوئے تو صادق بھی آگیا اور کہا کہ حضور یہ محل یہ مکانات چھوڑ کر کہاں تشریف لئے جاتے ہیں حضرت نے ہندی زبان میں فرمایا۔ "نہ ماما جیو اپنا نرہنا ہوا"۔ چنانچہ اس روز سے وہ مقام نرہنا کے نام سے مشہور ہوگیا

سیدنا رضی اللہ عنہ کا موضع امجہر شریف میں استقامت فرمانا

منقبت

بعد چند ماہ ہائے سیدنا از نرہنا بطرف امجہر آمد جایش خوش آمد استقامت فرمود۔ ودر ۸۴۶ھ درہمیں سال از بغداد روانہ شدہ بود ہفت ماہ یازدہ روز در راہ گذرانیدہ باوجود مسافت بعید ودشتہائے بے آب وکوہ ہائے کہ حدود نامحدود داشت وہیچ یکے از مایان واسپہائے را درنوردی ازبرکت رفاقت او رضی اللہ عنہ تشوا نہ شد بکم گفتن وکم خوردن وکم خفتن ہر جاندار خورسند بود گویا کہ الصحبت موثر

نرہنا میں چند ماہ قیام کر چکے بعد حضرت وہاں سے روانہ ہوکر امجہر پہنچے۔ یہ مقام آپ کو پسند آیا اور یہیں آپ مستقل طور پر اقامت پذیر ہوئے۔ شیرازی رحمۃ اللہ علیہ ذکر کرتے ہیں کہ ۸۴۶ھ میں ہم بغداد سے روانہ ہوئے۔ سات ماہ گیارہ روز ہمارے سفر میں گذرے۔ لق ودق میدان اور سر بفلک پہاڑوں کے سنگلاخ راستے طے کئے۔ لیکن کیا انسان اور کیا سواری کے جانور کسی کو کوئی تکلیف محسوس نہیں ہوئی۔ اور یہ محض حضرت

در ہر یکے از مردمان و اسپان موثر گشتہ بہر قدمیکہ می رفتیم محض از کرامت خالی ندیدیم۔

سیدنا کا فیض صحبت تھا کہ ہم سب کم خوری کم گوئی اور کمخوابی کے باوجود بدرجہ غایت مسرور و شادمان تھے قدم قدم پر حضرت کی کرامات کا اظہار ہوتا تھا

مَنْقَبَتْ

سیدنا رضی اللہ عنہ روزے در امجہر برائے نماز[1] اذان کردن فرمود کہ ہمدران حالت کرمون کولہ برادر جیون کولہ مقہور برائے انتقام[2] بیرامون آنمقام ہمالوین رسید آواز بانگ نماز بگوششش رسید پرسید کہ این چہ صدا ست گفتند ہمان کسانند کہ برادرت را بدعا بد زیر دیوار پست کردند تو جستی و نیافتی تا آنکہ والئ بہار فرمانبردار اُو شد و خانہائے رفیع بہر او ساختہ از ترس او تعقب ایشان گذاشتی اکنون درینجا آمدہ اند معلوم نیست شاید کہ ہمہ بیا بانہا ملک تو در عمل خواہند آورد کہ بتو ہم گزند خواہند رسانید گفت بروید جملگی را بقتل آرید۔ تا کار ایشان بالا

نماز ظہر کا وقت تھا کہ حضرت سیدنا نے اذان کا حکم دیا۔ ابھی اذان ہو رہی تھی کہ جیون کولہ کے بھائی کرموں کولہ کا اس طرف سے گذر ہوا۔ اس نے اذان کی آواز سنی تو اپنے ہمراہیوں سے دریافت کیا۔ کہ یہ کیسی آواز ہے۔ انہوں نے جواب دیا کہ یہ وہی لوگ ہیں کہ جن کی بد دعا تیرے بھائی جیون کی تباہی و بربادی کا باعث ہوئی۔ اور وہ دیوار کے نیچے دب کر راہیٔ ملکِ عدم ہوا۔ تجھے انکی تلاش تھی۔ لیکن چونکہ والی بہار بھی ان کے حلقۂ ارادت میں داخل ہو چکا تھا اسلئے تو نے اسکے خوف سے ان کے تعاقب کا خیال چھوڑ دیا۔ اب یہ اس جنگل میں آگئے ہیں۔ نہ معلوم کیا چاہتے ہیں؟

---

[1] بعض تذکرہ نویسوں نے نماز ظہر کا وقت لکھا ہے [2] بعض تذکرہ نویس بزرگوں نے "برائے انتقام" کی جگہ "برائے سیر و شکار" کے الفاظ لکھے ہیں۔ کرموں انتقام کے جوش میں وہاں پہنچا یا سیر و شکار کی غرض سے وہاں آیا۔ بہر حال اس کا آنا وہاں ثابت ہے۔ ۱۲

بگیرد و جمہور از کفار روئے برائے
کار آوردند۔ قدرے راہ ہا نوردیدہ
بودند کہ ابر بر آمد و برق اُفتاد
ہمہ سوختہ شدند ؎

شاید کہ اب تجھے بھی گزند پہنچانا چاہتے ہیں
کرموں نے اپنے ہمراہیوں کو حکم دیا کہ ابھی ابھی جا کر ان سب
آدمیوں کا کام تمام کر دو ایسا نہو کہ پھر اس فتنہ کا فرو کرنا مشکل
ہو جائے ابھی تھوڑی دُور ہی گئے تھے کہ دفعتہً بادل
گھر آئے ان پر بجلی گری اور وہ سب جل کر مر گئے

ہر آنکس کہ دارد بایزد پناہ
خدا از بلاہاش دارد نگاہ
اگر چاہ کندی بہ افتادہ پیش
دران چاہ افتی تو گم کردہ راہ

منقبت

چون خبر سوختن مردمانش از آتش
برق بگوشش رسید گفت سخت ساحران
اند باید دید کہ جان از جنگ من چگونہ
می برند۔ پسرے داشت جہتر نام در
علم سحر کمالے حاصل کردہ بود۔ اورا
فرستاد تا کار سرانجام رساند رسید
سیدنا رضی اللہ عنہ را در نماز دید گفت
از دست من کجا خواہی رفت و سنگ
بارانی کرد از ان سنگ پیشانی مبارک
چند جائے مجروح کردند۔ شیخ محمد مجذوب
ازان حالت برآشفت و بضرب عصائے
آن جادوگر را بر کنار چشمہ دفن کرد
ہمراہیان او از خوف جان و ترس آنجناب
ازانجا گریختہ نزد پدرش آمدہ آگاہی دادند

جب اسے اپنے آدمیوں پر بجلی گرنے کی خبر ملی
کہا کہ سخت ساحر ہیں میں بھی تو دیکھوں کیونکر
وہ مجھ سے بچتے ہیں۔ اپنے لڑکے کو جو بہت بڑا
ساحر تھا سیدنا رضی اللہ عنہ کیطرف روانہ کیا
جب وہ آیا حضرت اسوقت نماز میں تھے اس
نے کہا یہ مجھ سے کہاں بچ سکتے ہیں۔ یہ کہا
اور پتھروں کی بارش شروع کر دی۔ آپکے چہرہ
مبارک پر چند جگہ زخم بھی آئے۔ شیخ محمد مجذوب
کو یہ دیکھکر سخت غصہ آیا اپنے عصا سے
اس جادوگر کو مار کر چشمہ کے کنارے دفن کر دیا
اسکے ساتھی جان بچا کر (حضرت کے خوف سے)
بھاگے اور اس کے باپ (کرموں کو) کو
آگاہ کیا۔ وہ غصہ میں جھنجھلایا ہوا اپنی فوج
کے ساتھ آیا اور کہا کہ اے ظالمو تم نے

اُوخشم خوردہ با فوج خود در آمد و گفت اے
ظالمان پسر مرا چرا کشتند۔ شیخ حسن جوابش
داد عفیرے سیاہ لعین بر ما حملہ آورد
تا کشتہ در زیر ریگ مدفون ساختہ شد
وے از انجا بیرون آورد ہمچنان دید
مگر دو گوش او مثل مردمان ماندہ بترسید
اما درد فرزندی برو غلبہ کرد تیغے کہ در
دست داشت خواست کہ حوالہ سیدنا
کند سیدنا رضی اللہ عنہ فرمود۔ لاحول ولا
قوۃ الا باللہ العظیم۔ بعدہٗ گفت اے
مردود مسلمان شو۔ وگرنہ ہلاک شوی
قبول نکرد سیدنا[1] رضی اللہ عنہ در غضب
شد و امر بر شمشیر کرد تا گردنش ببرد
دستش لغزید تیغش بر گردن اُو آمد
سر از تنش جدا شد ۵
سر را کہ دادہ بلندی خدا

میرے لڑکے کو کیوں مار ڈالا۔ شیخ حسن
رضی اللہ عنہ نے جواب دیا کہ اس نے ہم پر
حملہ کیا اور خود مارا گیا۔ چنانچہ چشمہ کے قریب
ریت کے نیچے اسے دفن کر دیا گیا ہے اس نے
اسکی لاش نکلوائی۔ دیکھا کہ اسکی صورت
مسخ ہو چکی ہے۔ صرف کان انسانوں کے
سے باقی رہ گئے ہیں۔ اس حادثہ نے اسے
لرزہ براندام کر دیا۔ لیکن درد فرزندی سے
مجبور ہو کر اس سے رہا نہ گیا۔ جو تلوار اس کے
ہاتھ میں تھی چاہا کہ سیدنا رضی اللہ تعالےٰ
عنہ پر چلائے حضرت نے لاحول بھیجا اور فرمایا
کہ اسلام قبول کر ورنہ ہلاک ہو جائیگا اسنے انکار
کیا قدرت الٰہی کا تماشہ دیکھئے کہ اسکا ہاتھ کانپ
گیا اور اسی کی تلوار اسکی گردن پر آئی
اسکا سر تن سے جدا ہو گیا۔
سر دیگران را کند سر بلند

چو پر خشم ناگاہ شدہ در دمے
سر مفسدان را رسد زو گزند؛

مَنْقَبَت

بعد ازین واقعہ سیدنا رضی اللہ عنہ | شیرازی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔ کہ موں

[1] اس عبارت کو بعض رسالوں میں اسطرح سے لکھا گیا ہے "سیدنا رضی اللہ عنہ در غضب شد و دست بر شمشیرش کرد۔
چنان بزد کہ دستش لغزید تیغش بر گردن او آمد۔ سر از تنش جدا شد۔ واللہ اعلم!

فرمود ہر چند کہ میخواہم گوشہ گرفتہ در گذرانم تا
در ہجوم خلائق گرفتار نیایم اما از خواہش
خدائے تعالےٰ کہ برخلاف است ناچارم
پس عصا[1] کہ در دست داشت بر کنارۂ
چشمہ فرو برد و گفت من در ینجا ساکن شدم
تو نیز متحرک مشو در حال عصا سبز شد
و شاخہائے پُر از گل و میوہ ہائے برآورد
متعجب شدم[2] ازان پرسیدم یا سیدنا این
شجر عصا تا قیامت برپا ماند۔ فرمود۔ جائیکہ
نخلہا نشاندۂ رسولنا صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم
برقرار نماند چگونہ این از فنا امان یابد

کولہ کی ہلاکت کے بعد سیدنا رضی اللہ عنہ
نے فرمایا ہر چند میں یہ چاہتا ہوں کہ ہجوم
خلائق سے الگ عزلت میں زندگی بسر
کروں لیکن یہ بات جب خدا ہی کو منظور
نہیں تو کیا ہو سکتا ہے۔ یہ فرمایا اور جو عصا
آپ کے دست مبارک میں تھا اسے چشمے
کے کنارے نصب فرما دیا۔ اور کہا میں اب
اسجگہ سکونت پذیر ہوتا ہوں۔ تو بھی متحرک نہو
اسیوقت وہ عصا سرسبز ہو گیا اور شاخوں پر
پھول اور پھل نمودار ہو گئے۔ ہم نے ازراہ
تعجب دریافت کیا کہ یا سیدنا کیا یہ درخت

ف[1] قاضی سید محمد جواد رحمۃ اللہ علیہ نے جو سنہ ۱۱۴۸ فصلی میں بعہدۂ قضا مامور تھے حضرت سیدنا کی اولاد کا نسب نامہ اپنے عہد تک کا مرتب فرمایا ہے اور اسمیں اکثر سوانح بزرگان رحمہم اللہ کے درج کئے ہیں وہ لکھتے ہیں کہ حضرت سیدنا کے پدر بزرگوار سید درویش محمد قادری رضی اللہ عنہ نے ہندوستان روانہ فرمانے کیوقت آپکو تین چیزیں تاج۔ خرقہ۔ عصا حضرت غوث پاک کا عطا فرما کر یہ ارشاد فرمایا کہ جس جگہ اس عصا کو نصب کرنے سے اسمیں شاخ وبرگ نکل آئیں وہاں سکونت اختیار کرنا۔ حضرت نے نرہنا سے آنے کے بعد موضع اجہر میں اس عصا کو نصب فرمایا تو اسمیں کونپلیں اور ٹہنیاں نمودار ہوئیں۔ اسلئے حضرت نے اسی مقام پر اقامت فرمائی اور آپکا مزار پُر انوار بھی اسی جگہ پر ہے۔" اسوقت مزار شریف کے احاطہ کے گرد اگرد ایک درخت ڈھیلہ کے مشابہ بہت زیادہ پھیلا ہوا ہے۔ اسکی پیدائش اسی عصا کیطرف منسوب کیجاتی ہے اور معروف لکڑیوں کے غیر جنس ہونیکے باعث بحذف مضاف اجناس کہتے ہیں۔ زائرین تبرکاً اسمیں سے ایک چھڑی کاٹ کرلے جاتے ہیں۔ اس کی پتیاں سیاہ مرچوں کے ساتھ تپ کو نافع ہیں۔ ہاتھوں میں اسکے ڈنڈے رکھنا مانع اُپرس ہے۔ (تذکرہ مجد)

ف[2] بعض رسالوںمیں یہ عبارت جمع کے صیغے سے لکھی ہوئی دیکھی گئی ہے یعنی ہمہ مردمان متعجب شدند و از حضرت پرسیدند۔

قَالَ اللّٰہُ تَعَالٰی کُلُّ مَنْ عَلَیْھَا فَانٍ وَیَبْقٰی وَجْہُ رَبِّکَ ذُو الْجَلَالِ وَالْاِکْرَام۔

قیامت تک اسی طرح رہیگا۔ آپ نے جوابدیا کہ جب رسول مقبول علیہ الصلوٰۃ کے دست مبارک کے لگائے ہوئے درخت برقرار نہ رہے تو یہ کیونکر رہ سکتا ہے۔

س

نماند یکے زندہ خود در جہان
چہ از جنس انس و چہ از جنیان
عصا رفت موسیٰ و یوسف ز تخت
بہ بستند ناچار زینجائے رخت

مَنْقَبَتْ

کرامت سیدنا رضی اللہ عنہ ساعت بہ ساعت شہرت میگرفت و مردمان گروہ گروہ بشرف ارادت مشرف میشدند۔ شیخ احمد ہانسی پوری نیز توبہ بدست سیدنا کرد و رفقائے سید را دعوت نمودہ بہ ہانسی پور برد۔ والی آن دیہہ ملک قاذن نام مردے بود از نخچیرے می آمد راہ گذارش بر خانقاہ شیخ احمد افتاد۔ پرسید شیخ احمد این گروہ کیانند گفت رفقائے شیخنا سیدنا اند۔ گفت دم بفقر می زنند و حرص بسیار میدارند کہ برائے طعام خوردن کوچہ بکوچہ میگردند۔ شیخ الشیوخ شیخ حسن فرمود دعوت سنت است۔ گفت می دانم اگر بکر و ز خوردنی نیابند سر خود را

حضرت سیدنا کی کرامتیں لحظہ بلحظہ شہرت پذیر ہو رہی تھیں اور لوگ گروہ در گروہ آپ کے حلقۂ ارادت میں داخل ہوتے تھے۔ جب شیخ احمد ہانسی پوری نے آپکے ہاتھ پر توبہ کی تو انہوں نے سیدنا اور آپکے رفقا کی دعوت کی اور انہیں ہانسی پور لیگئے۔ وہاں کے مالک کا نام ملک قاذن تھا۔ وہ سیر و شکار سے واپس ہوکر شیخ احمد کی خانقاہ کے قریب سے گذرا تو خلاف معمول ہجوم دیکھکر دریافت کیا کہ یہ کون لوگ ہیں۔ انہوں نے جوابدیا کہ ہمارے شیخ اور سردار کے رفیق ہیں اس نے کہا کہ دم تو یہ فقر کا بھرتے ہیں لیکن کھانے کیلئے گلی کوچوں میں مارے مارے پھرتے ہیں شیخ الشیوخ شیخ حسن نے فرمایا کہ دعوت کا

خورند و واسطہ سنت درمیان آرند. شیخ حسن در غضب شد و گفت مرا سر خوردن میگوئی۔ سر خود چرا نمے خوری۔ درحال قاذن از اسپ درافتاد مہرہ گردنش برہم شکست وسرش منفصل شکم او شد۔ فرزندانش اور ابر داشتہ بپائے سیدنا رضی اللہ عنہ افگندند دعا کرد گردنش درست وملبند بدستور سابق شد ؎

اگر گردنے را بزرگے شکست
مگر آنکہ باشد معالج چو او
کند در دمے گردنش را درست

مثنوی شریف

قبول کرنا سنت ہے۔ اس نے جواب دیا کہ ہاں اگر ایکدن تمہیں کھانے کو نہ ملے۔ تو اپنے سر کھا جاؤ۔ شیخ حسن کو یہ بات ناگوار گذری۔ انہوں نے کہا کہ تو ہمیں سر کھانے کو کہتا ہے اپنا سر ہی کیوں نہیں کھاتا قاذن معاً گھوڑے سے گرا اور اسکی گردن کے مہرے ٹوٹ گئے۔ اور اسکا سر پیٹ کے قریب آگیا اسکے لڑکوں نے اسے اٹھا کر فوراً حضرت سیدنا کے قدموں پر ڈالدیا۔ آپکی دعا سے اسکی گردن درست بود در دوا ایش فلاطون سست

مَنقبت

سیدنا رضی اللہ عنہ با رفقائے بر سر چشمہ می ماند و سائبانے نداشت و از بیابان ہوائے تند می وزید۔ صرصر سخت حرہ باران تشویش میداد سید علاءالدین تبریزی گفت الحر لیوذی والبرد یقتل سیدنا رضی اللہ عنہ فرمود غم مخور چیزے خدائے تعالےٰ زود رساند تا ازاں لباس سرمائی ترا زود میسر آید ہنگام شام مردے رسید وحرہ صد دینار

سیدنا رضی اللہ تعالےٰ عنہ اپنے رفقا کے ساتھ چشمہ کے کنارے پر تشریف رکھتے تھے مگر سائبان نہ ہونیکی وجہ سے سرد ہوا اور پانی کے جھکولے سخت تکلیف دیتے تھے ایک روز سید علاءالدین تبریزی رحمۃ اللہ علیہ نے آپکی خدمت میں عرض کیا کہ گرمی اذیت دیتی ہے اور سردی مارے ڈالتی ہے حضرت نے فرمایا کہ غم نہ کرو اللہ تعالےٰ جلد کوئی سامان ایسا فرمائے گا کہ جس سے تمہارا سرمائی لباس

پیش سیدنا رضی اللہ عنہ نہاد و گفت این
نذر است کہ مرید حضرت از ملکِ بنگالہ
شیخ مسعود نام فرستادہ است۔ سیدنا
رضی اللہ عنہ آنرا برداشتہ بہ سید
علاؤالدین داد کہ ازان لباس والواث
ہمہ رفقائے را بخرد او پارہ ازان نقود
گرفتہ در ہانسی پور رفت تا پارچہ گیرد با
قاذن دوچار شد اتباع خود را گفت بزنید
این مرد را کہ از غرور قوت سخن از ما بکے
ندارند یکبار مرا ضرب درشت داد مذباز
در جائے من آمد و شد می نمایند۔

سید علاء الدین را گرفتند او از خدا
خلاصی درخواست تا آتش در خانۂ او
افتاد او با قربائے برادران برائے سرد
ساختن آتش متوجہ خانہ خود شد۔ سید
علاء الدین فرصت یافتہ باز آمد آتش
چندان غلبہ آورد کہ ہمہ ہانسی پور سوخت
مگر خانہ شیخ احمد او نقل میکرد دیدم سیدنا
رضی اللہ عنہ را نزد احاطۂ دیوار من
استادہ می گفت الٰہی محفوظ دار از آتش
این خانہ را کہ یکے از مریدان من است
آتش ازان برگشت اما اموال و نقود
و زیور و اجناس سایر امتعہ قاذن سوختہ

پہنچائیگا۔ چنانچہ اسی شام کو ایک آدمی آیا اور
اس نے سو دینار حضرت کی خدمت میں بطور
نذر گزرانے۔ اور عرض کیا کہ شیخ مسعود نے
بنگالہ سے یہ نذر بھیجی ہے۔ آپ نے یہ دینار
سید علاء الدین کے حوالہ کئے اور فرمایا کہ ان
سے تمام ساتھیوں کے لئے لباس تیار کرائیں
سید علاء الدین کچھ دینار لیکر ہانسی پور کپڑا
خریدنے کی غرض سے روانہ ہوئے۔ اتفاق
سے وہاں آپکی قاذن سے ملاقات ہو گئی
اس نے اپنے آدمیوں سے کہا کہ اسے مارو
یہ اپنی باتوں کے گھمنڈ میں ذرا مجھ سے نہیں
ڈرتے۔ ایکدفعہ تو مجھے یہ مار ہی چکے تھے
اور اس کے باوجود ابھی تک یہاں آمد و رفت
رکھتے ہیں۔ قاذن کے آدمیوں نے سید
علاء الدین کو پکڑ لیا۔ انہوں نے اپنی مخلصی
کیلئے بارگاہِ ایزدی میں الحاح و زاری
کی کہ اسی اثنا میں قاذن کے گھر کو آگ
لگ گئی۔ قاذن اور اسکے عزیز و اقارب
آگ بجھانے میں مصروف ہو گئے۔ سید
علاء الدین فرصت کے وقت کو غنیمت جان
کر واپس تشریف لیگئے۔ مگر آگ یہاں تک
بڑھی کہ شیخ احمد کے مکان کے سوائے ساری
بستی جلکر خاک سیاہ ہو گئی۔ شیخ احمد فرماتے

خاکستر گردید۔ چنانچہ چیزے نماند محتاج
قوت یک شب شد۔ عیال و اطفال
خود را گرفتہ پیش سیدنا رضی اللہ عنہ آورد
وزاری آغاز کرد و دعائے خیر در باب
خود درخواست سیدنا رضی اللہ عنہ
گفت قَالَ اللّٰہُ تَعَالٰی وَلَا تُلْقُوْا
بِاَیْدِیْکُمْ اِلَی التَّہْلُکَۃِ گفت ما
ازینجا نخواہیم رفت۔ سیدنا رضی اللہ
عنہ را بعد از ساعتے بر حال زار او رحم
آمد و از سر تقصیر او درگذشت فرمود
برو اثمار اشجار بخور خدائے تعالےٰ
ترا در عنقریب بدولت رساند وے
روئے در بیابان نہاد میوہ درختان
می جست ہیچ درختے بارور نیافت
تا بجائے رسید دران شجر پرثمر یافت
در ہندش مہوہ خوانند زیر آن
باہمہ عیال و اطفال نشست در
یکروز اثمارش پاک خورد و ملول
شد کہ او را ازنجا باز اقبال
روئے دہد و بنعمت رسد۔
قضارا ہمان روز دفینہ یافت۔
دیہہ ہمدران زمین آباد کرد۔ و
نامش مہولی نہاد۔ پس بخدمت سیدنا

تھے۔ کہ جسوقت آگ کے شعلے تمام بستی میں
مشتعل تھے۔ تو مینے حضرت سیدنا کو دیکھا کہ وہ
میرے احاطہ کی دیوار کے نیچے کھڑے ہیں اور
بارگاہ ایزدی میں عرض کرتے ہیں کہ خداوندا اس
مکانکو آگ سے محفوظ رکھ۔ یہ میرے مرید کا گھر
ہے چنانچہ آپکی دعا سے میرا گھر بالکل محفوظ رہا
مگر قاذن کا تمام مال و متاع نقد و جنس کی قسم سے
جلکر خاک سیاہ ہوگیا! ور وہ نان شبینہ کا محتاج
ہوگیا۔ قاذن کو اسکے سوائے کوئی چارۂ کار نظر نہ
آیا۔ وہ اپنے اہل و عیال کو لیکر حضرت سیدنا کی
خدمت میں حاضر ہوا اور بکمال عجز و زاری آپ سے
دعا کا خواستگار ہوا حضرت نے فرمایا کہ تم نے
خود اپنے ہاتھوں اپنی ہلاکت خریدی اور فرمان
الٰہی سے سرتابی کی لیکن وہ بھی دُھن کا پکا تھا
آپکے آستان مبارک پر پڑا رہا۔ آخر حضرت کو بھی
اسکی بے سروسامانی پر رحم آگیا اسکی خطاؤں کو
معاف کیا اور فرمایا کہ جا درختوں کے پھلوں پر
بسر اوقات کر عنقریب خدا تعالےٰ تجھے دولت عطا
فرمائیگا۔ قاذن نے بیابان کا رُخ کیا اور میوہ دار
درختوں کی تلاش میں سرگردان رہا۔ آخر بڑی تلاش
اور تجسس کے بعد اسکی نظر ایک میوہ دار درخت پر پڑی
جسے ہندی میں مہوہ کہتے ہیں اور اپنے اہل و عیال
سمیت اسی کے نیچے قیام اختیار کیا چران

رضی اللہ تعالیٰ عنہ آمد و مرید شد در بیابان امجہر ہم ازاں زر برائے سید قصور و کوشک ہا ساخت ؎

دوست ایزد بقدرت قادر

تھا کیونکہ وہی پہلا اقبال اسے حاصل ہوگا کہ اسی روز اسے ایک دفینہ ملگیا اور اس جگہ اس نے ایک قصبہ جھونی نام آباد کیا۔ حضرت کی بیعت سے مشرف ہوا اور امجہر کے بیابان میں آپکے لئے مکانات تعمیر کرائے۔

می کند مالدار را چو فقیر

ہم گدا را چو اغنیا بدمے

نزد او کار مشکل آسان گیر

مَنْقَبَتْ

سیدنا رضی اللہ عنہ بہ شیخ الشیوخ مشیخ حسن رضی اللہ عنہ گفت قصور و کوشک ہا خدا موجود گردانید بہتر آن است برو در سُرہُر پور متعلقان مرا بیار وے قبول نمود و رفتہ خط سیدنا رضی اللہ عنہ بہ سید حسن رضی اللہ عنہ داد و ہمدران روز مریض شد بعد چہار روز وفات یافت در سُرہُر پور مدفون شد حضرت سید حسن رضی اللہ عنہ خود را با پرستاران و غلامان چند ہمراہ خویش کردہ بحوالہ سیدنا رضی اللہ عنہ پیوست ؎

برایزد توکل کند گر بسے

جب امجہر میں حضرت سیدنا کی رہائش کے لئے مکانات تعمیر ہوچکے تو آپ نے شیخ الشیوخ شیخ حسن کو یہ خدمت تفویض کی کہ وہ سُرہُر پور جاکر آپکے متعلقین کو امجہر لے آئیں۔ چنانچہ وہ بہ تعمیل حکم حضرت سیدنا کا خط لیکر سُرہر پور کو روانہ ہوگئے وہ خط سید حسن کے حوالے کیا لیکن خود صاحب فراش ہوگئے اور چار روز کی علالت کے بعد راہئی ملک بقا ہوئے اور وہیں مدفون ہوئے۔ تجہیز و تکفین سے فارغ ہو کر حضرت سید حسن نے خود چند غلاموں کی معیت میں حضرت کے متعلقین کے ساتھ امجہر کا قصد کیا اور انہیں حضرت کی خدمتیں پہنچایا۔

برآرد خداوند کارش بسے

مَنقبت

یکبار عثمان خان و میان خان کہ مریدان جناب عالی بودند۔ بملازمت شریف از شیخپورہ می آمدند بر رود پُن پُن رسیدند۔ فوج ایشان از آب گذر کرد در عقب ایشان بر کشتی سوار شدند۔ کشتی تباہ شدن خواست سیدنا رضی اللہ عنہ را یاد کردند او رضی اللہ عنہ در آستانہ مقدسہ اجھرو عظ میفرمودند دران میان دست مبارک فراز نمود آستین پُر آب شد حاضران ازان حالت غریبہ در تعجب افتادند بعد دو ساعتے عثمان خان و میان خان رسیدند بیان میکردند وقتیکہ کشتی سوئے نشیب سیل کرد سیدنا را یاد آوردیم دیدیم دست مبارک را حاضر آمد و یکان یکان ما ہر دو را از میان آب بر ساحل دریا نمود و شکر ایزد بجا آوردیم وگرنہ از ہلاک چیزے باقی نماندہ بود ؎

ایکدفعہ کا ذکر ہے کہ عثمان خان اور میاں خان جو حضرت کے مریدوں میں تھے شرف زیارت کیغرض سے شیخپورہ سے آرہے تھے۔ جب پُن پُن ندی کے کنارے پر پہنچے تو پہلے اپنی فوج کو دریا سے عبور کرایا۔ اور پھر خود کشتی پر سوار ہوئے لیکن انکی کشتی تباہی میں آگئی۔ حضرت سیدنا اسوقت آستانہ میں وعظ فرما رہے تھے۔ کہ دفعتہً آپ نے اپنا دست مبارک آگے کو بڑھایا اور آپکی آستین تر ہوگئی حاضرین اس واقعہ سے متعجب تھے تھوڑی دیر بعد عثمان خان اور میاں خان بھی آ پہنچے انکی زبانی ذکر ہے کہ جب ہماری کشتی نشیب کیطرف چلی تو ہمنے سیدنا کو یاد کیا کیا دیکھتے ہیں کہ آپکا دست مبارک نمودار ہوا جس نے ہمیں ورطہ ہلاکت سے کنارِ سلامت تک پہنچایا۔ ہم شکر الٰہی بجالائے کہ اس نے ہمیں حضرت کی طفیل موت سے نجات دی۔

بچشم بزرگان ہمہ حاضر است — زتحت الثریٰ تا بچرخ ہفتمیں

کسے را کہ خواہند رستہ بود — زغم گرچہ رفتہ فرو در زمین

مَنْقَبَتْ

چون فرزندان سیدنا رضی اللہ عنہ
سید السادات سید معین الدین و سید
جلال الدین و سید نظام الدین اطال اللہ
عمرہم زادند در چند سالہا در خور تعلیم
شدند۔ شیخ المشائخ شیخ علی عرضداشت
یا سیدنا ایشان را علم آموز فرمود فر
وقت از عبادت الٰہی نمی یابم خدا تعالےٰ
سببے سازد کہ ایشان را از علم بہرہ مند
گرداند۔ چند روز برین گذشت مولوی
بھیکھن بہاری بعلم ظاہری آراستہ
بخدمت سیدنا رضی اللہ عنہ شتافت
وگفت یا سیدنا در بہار بخواب دیدم
کہ حضرت غوث الثقلین سید عبد القادر
جیلانی رضی اللہ عنہ را کہ میفرمود اے
فلان اگر آرزوئے فرزند داری برو
پیش فرزند من سید محمد قادری در اجہر
فرزندانش را تعلیم کن از امر عالی رسیدکم
دعا فرما تا مرا فرزند شود۔ سیدنا رضی اللہ
عنہ در حق او برائے تولد فرزند دعا کرد
وے در تادیب می کوشید خدا ایش بعد
سالے پسرے باو بخشید خرم و خوش حال

جب حضرت سیدنا رضی اللہ عنہ کے فرزند
سید معین الدین و سید جلال الدین اور
سید نظام الدین اطال اللہ عمرہم تعلیم کے
قابل ہوئے تو شیخ المشائخ شیخ علی نے
آپکی خدمت میں عرض کیا کہ انکو تعلیم دیجے
آپ نے فرمایا مجھے تو عبادتِ الٰہی سے
فرصت نہیں خدا ہی کوئی سامان کر دیگا
جس کے ذریعہ یہ دولتِ علم سے بہرہ اندوز
ہونگے ابھی اس گفتگو کو چند روز ہی
گذرے تھے۔ کہ مولوی بھیکھن بہاری
جو علوم ظاہری سے آراستہ تھے حضرت
کی خدمت بابرکت میں آئے اور کہا کہ یا
سیدنا میں نے خواب میں دیکھا کہ حضرت غوث
الثقلین سید عبد القادر جیلانی رضی اللہ
عنہ فرماتے ہیں کہ اے بھیکھن اگر تجھے آرزو
فرزندگی ہے تو میرے فرزند سید محمد ن
القادری کے پاس اجہر میں جا ان کے
لڑکوں کی تعلیم کریں یہ حکم سنکر حضور میں
حاضر ہوا ہوں۔ آپ دعا فرمائیں کہ میرے
گھر میں فرزند تولد ہو۔ سیدنا رضی اللہ
عنہ نے دعا کی انہوں نے بھی آپ کے

بخدمت سیدنا رضی اللہ عنہ رسیدو
حال باز گفت و در تعلیم ایشان سعی
میکرد قضارا روزے از زبانش بر
آمد مرا فضیلت است بر سید محمد ن
القادری بتوکل۔ زیراچہ او را مریدانند
وشہرت دارد در اطراف دیار و نذر
و تحائف بدو میرسد دلش بران متعلق
میماند و دل من متعلق بہ ہیچ چیزے نیست
ابوجعفر کہ یکے از خدام آنحضرت حاضر
بود جواب داد۔ فضل دارند بتوکل اولیا
بر عوام زیراچہ اولیاء بتوکل خود فخر نمی
کنند و کلید اظہار قفل توکل نمی شکنند
و عوام اگر از سستی خود بسعی رزق دست
و پائے نجنبانند۔ بدو نیستند۔ توکل
علی اللہ کردیم و بران افتخار کنند و
اظہار سازند۔

مولوی گفت از کجا ولایت سید
تو ثابت شدہ ولایت من جائز ماند
گفت از مستجاب شدن دعا و شکستگی
نفس و ناگفتن سخن لاطائل بزرگی سیدنا
رضی اللہ عنہ نزد عقلا پسندیدہ می
نماید از افتخار گیرد۔ زیارت ذات تو
نامیمون و نامبارک می گردد۔ مولوی

لڑکوں کی تعلیم شروع کر دی ایک
سال کے بعد خدا نے انہیں لڑکا عطا
کیا۔ وہ خوش خوش سیدنا کی خدمت
میں یہ خبر لائے۔ اور برابر دل سے
تعلیم میں کوشش کرتے رہے۔

اتفاقاً ایک روز مولوی صاحب
نے یہ فرمایا کہ سیدنا کے توکل
سے میرا توکل بڑھا ہوا ہے۔ کیونکہ
ان کے مرید ہیں۔ اطراف و دیار میں
انکی شہرت ہے اور ان کے پاس
ہدیے اور نذرانے پہنچتے رہتے ہیں
مجھے تو ان میں سے کسی ایک چیز سے
بھی تعلق نہیں۔ حضرت کے خادموں
میں سے اسوقت ابوجعفر حاضر تھے
انہوں نے جواب دیا عوام کے توکل
سے اولیاء کے توکل کو فضل حاصل
ہے۔ اولیائے کرام اپنے توکل پر فخر
نہیں کرتے۔ اور نہ اس کا اظہار ہی
کرتے ہیں۔ عوام تو اپنی سستی اور
کاہلی کے شکار ہوتے ہیں۔ حصول رزق
میں کوشش نہیں کرتے مگر فخر یہ کہتے
ہیں کہ ہمیں خدا پر توکل ہے۔ مولوی
صاحب نے فرمایا تمہارے حضرت کی

گفت از کجا استجاب دعا سید تو معلوم شد
گفت او مستجاب الدعوات اظہر من الشمس
است تو مگر ولادت پسر خود را فراموش
کردی۔ مولوی گفت آنچہ شدنی بود
از کتم غیب بوجود پیوست ابوجعفر گفت
قَالَ اللّٰہُ تَعَالٰی خَتَمَ اللّٰہُ عَلٰی قُلُوْبِہِمْ
وَعَلٰی سَمْعِہِمْ وَعَلٰی اَبْصَارِہِمْ غِشَاوَۃٌ
وَّلَہُمْ عَذَابٌ عَظِیْمٌ ط سید جلال الدین
اطال اللہ عمرہٗ ازین گفتگو ناخوش شدو
بر والدہ فاطمہ نامی این کیفیت بیان
فرمود وے رضی اللہ عنہا در غضب شد
و گفت کہ اگر آن پسر را بوسیلہ جناب
قادریہ عطاء الٰہی نمیداند از آتش
غضب سوختہ باد شش روز گذشتہ
کہ شعیب خواہرزادہ مولوی در رسید
و گفت پسرت را دایہ روغن می مالید
در تنش آبلہ پدید آمد از سر تا پائے
چادر مثال پوست او بر آمد۔ مولوی
را بدعا خاتون مریم وار بگوش رسیدہ
بود لیکن ازان ہیچ اندیشہ نداشت
چون این خبر شنید نالہ و زاری آغاز
نہاد۔ عذر خواست بدعا در حق تولد
ولد طلبید خاتون رضی اللہ عنہا را

ولایت کیونکر ثابت ہوئی۔ یہ تو میری
ولایت ہے! ابوجعفر نے جواب دیا میرے
حضرت کی دعائیں مستجاب ہیں۔ شکستگی
نفس کی ظاہر ہے۔ لاطائل باتوں سے
آنکی زبان کبھی آلودہ نہیں ہوئی عقلا
انہیں پسند کرتے ہیں۔ اور آپکی صحبت
مبارک کو موجب برکت سمجھتے ہیں اور
تمہاری صحبت کو وہ نامبارک جانتے
ہیں۔ مولوی صاحب نے فرمایا مستجاب الدعوات
ہونیکا کوئی ثبوت ہونا چاہئے ابوجعفر نے کہا
یہ تو اظہر من الشمس ہے کیا تم اپنے لڑکے کی
ولادت کو بھول گئے۔ مولویصاحب نے کہا یہ
تو شدنی تھی۔ جو غیب سے عالم وجود میں آئی
ابوجعفر نے کہا ختم اللہ علی قلوبہم و علی
سمعہم و علی ابصارہم غشاوہ ولہم عذاب
عظیم۔ سید جلال الدین اطال اللہ عمرہٗ
کو یہ باتیں ناگوار گذریں انہوں نے یہ واقعہ
اپنی والدہ محترمہ سے بیانکیا انہیں غصہ
آگیا اور ارشاد فرمایا کہ دیکھنا اگر وہ اپنے
لڑکے کو وسیلہ قادریہ سے عطائے الٰہی
نہیں جانتا ہے تو وہ آتش غضب سے
سوختہ ہوجائے گا! اس واقعہ کے چھ ہی روز
بعد مولوی صاحب کے خواہرزادہ شعیب

رحم آمد فرمود ترا دخترے پیدا
گردد از وے نسل تو برپا ماند
ہمچنان شد ؎
دعائے بزرگان نگردد خطا
بمعاد بینی از ایشان وفا

نامی آئے اور انکے لڑکے کی موت کا پیغام لائے
مولوی حبیب اللہ صاحب بصد گریہ و زاری معافی کے خواستگار
ہوئے خاتون رضی اللہ عنہا کو بھی رحم آگیا
فرمایا کہ اب تیرے ہاں ایک لڑکی ہوگی
اسی سے نسل تیری جاری رہیگی چنانچہ ایسا ہی ہوا

سیدنا رضی اللہ عنہ کی وفات کا بیان

قَالَ اللّٰہُ تَعَالٰے وَبَشِّرِ الصَّابِرِیْنَ
اَلَّذِیْنَ اِذَا اَصَابَتْھُمْ مُصِیْبَۃٌ
قَالُوْا اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْن
تسکین وہ واقعہ این باب است وگرنہ
سخنے از درد بیار دپر سوز و جان خراش
کہ قلم بنوشتنش دل چاک می کند گویا کہ
راہیست باریک تر از پل صراط قیامت
کہ رونده اش با آه و نالہ قطع مسافت
تواند کرد و زاد راحلہ این راہ بجز الصّبر
مفتاح الفرج چیزے نیست ؎
دلم خواہد نویسد این سخن را
کہ از وے بلبل جانم بصد سوز
چو اسرائیل گرید از دو دیده
زہجر یوسفِ کنعان مقدا
کہ تا دریابمش بر تخت جاوید
نگر روزے رسد روحِ من از شوق

شیرازی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں کہ آفراس حادثہ
جانکاہ و سانحہ روح فرسا کا وقت قریب آگیا
کہ جسکے حوالہ قلم کرنے سے کلیجہ منہ کو آتا اور قلم کا
سینہ شق ہوا جاتا ہے اور اگر اس فرمان الہی سے
کہ جسکا مفہوم یہ ہے "ان صبر کرنیوالونکو مژده
بشارت سنادے کہ جب انکو کوئی مصیبت پہنچتی ہے
تو وہ کہتے ہیں کہ تحقیق ہم خدا کیلئے ہیں اور
ہم اسی کیطرف لوٹنے والے ہیں" کرب و اضطراب کی
تسکین نہ ہوتی! اور اگر فرمان الصبر مفتاح الفرج چارہ
سازی کیلئے موجود نہ ہوتا تو اس درد کا کوئی دارو نہ تھا
بیان سازد وفات گلبدن را
بقفسِ حزن درمانده شب و روز
نشستہ چون فلک پُشت خمیده
کہ او شد سوئے مصرِ قدس آزاد
کہ جز وصلش ندارم ہیچ امید
بوصلِ او چو قمری داشتہ طوق

زبانم سوختہ از شعلۂ آہ | سخن را آتش آمد بر سر راہ
ازان پر آبلہ پائے سخن شد | کہ راہِ آتشیں را گامزن شد

ز شرحِ مرگ او سوزم بگفتن
ولیکن حال او نتوان نہفتن

آن سیمرغ قاف شریعت وآن کشتی دریائے
حقیقت وآن عنقائے کوہ طریقت و
آن ولی اللہ یکے از اولیاء لَایَمُوْتُوْنَ
بَلْ یَنْقُلُوْنَ مِنْ دَارٍ اِلٰی دَارٍ
وآن غازی جہاد اکبر کہ در راہِ خدا نقد
جان دادہ وحیات ابدی خریدہ چنانچہ
قَالَ اللہُ تَعَالٰے وَلَا تَقُوْلُوْا لِمَنْ
یُقْتَلُ فِیْ سَبِیْلِ اللہِ اَمْوَاتٌ بَلْ
اَحْیَاءٌ وَّلٰکِنْ لَّا تَشْعُرُوْنَ۔ وآن
ہادی سید السادات وآن قطب الاقطاب
وآن حاجی الحرمین الشریفین وآن
نجیب الطرفین وآن محبوب سبحانی و
آن مسمیٰ محمد ن القادری الجیلانی در تاریخ
چہاردہم ماہ صفر با یاران یکجا نشستہ وعظ
میفرمود ہمدران ساعت شیخ حکیم منور
کٹمبوی از کٹمبہ رسید و عرضداشت
یا سیدی مردمان کٹمبہ مشتاق قدوم
بوس شریف اند ہر آئینہ اگر ذات
لطیف خود را بہ کٹمبہ بری از لطافت

صفر کے مہینہ کی چودھویں تاریخ تھی کہ وہ
سیمرغ قاف شریعت وہ کشتیٔ دریائے
حقیقت وہ عنقائے کوہ طریقت اور
وہ ولی اللہ کہ جنکی شان اسکی مصداق
تھی۔ "کہ خدا کے دوست مرتے نہیں بلکہ
ایک گھر سے دوسرے گھر کیطرف نقل
مکانی کرجاتے ہیں" اور وہ غازی جہاد
اکبر کہ جنہوں نے خدا کی راہ میں نقد جان
دیکر حیات ابدی خریدی تھی اور جو اس
فرمان ایزدی کے صحیح نمونہ تھے۔ "کہ ان
لوگوں کو جو خدا کی راہ میں مارے جائیں
اموات نہ کہو بلکہ وہ تو زندہ ہیں البتہ
تم اس بات کو نہیں جانتے" اور وہ سید
السادات قطب الاقطاب محبوب سبحانی
یعنے حضرت سید محمد ن القادری الجیلانی
اپنے احباب میں بیٹھے ہوئے وعظ فرما
رہے تھے۔ کہ اسی وقت شیخ حکیم منور
کٹمبوی کٹمبہ سے تشریف لائے اور عرض
کیا کہ یا سیدی کٹمبے کے لوگ حضور کی

وجود تو کثافت دل مردمان آنجائے
مبدل تواند شد۔ فرمود۔ ازان روزیکہ
درین مقام رسیدم جائے نرفتم و دلم
نخواہد کہ بسفر گراید زمان مسافرت
بگذشت وقت اقامت آمد گفت اگر
خود نمیروی کسے خلفائے خود را متعین
ساز کہ نافع خاص و عام آن مقام شود
فرمود نصیبۂ مردمان آن دیار تعلق بہ
علی شیر دارد۔ او آنجا خواہد رفت گفت
چندین درنگے را واسطہ چیست۔ گفت
سرے کہ در غرۂ ربیع الاول بظہور خواہد
پیوست۔ ہمان زمان مفارقت من با
او تواند شد۔ حکیم دانست مگر چیزے از
ارشاد باقی ماندہ را اعلام خواہد فرمود
چون بست و ہفتم صفر رسید سیدنا رضی
اللہ عنہ را تپ محرق شد۔ حکیم بحکمت
کوشید مفید نمی شد و ہر روز تپ زیادہ
میگشت حکیم عاجز ماند۔ سیدنا رضی اللہ
عنہ فرمود۔ اندیشہ میار در غرہ ربیع الاول
دوائے تو کارگر آید غم را بفرح مبدل
گرداند تا غرہ ربیع الاول رسید۔ سیدنا
رضی اللہ عنہ فرزندان و مریدان و خادمان
و متعلقان را طلبیدہ و فرمود۔ بدانید و

قدمبوسی کے بے حد مشتاق ہیں۔ اگر حضور
وہاں تشریف لے چلیں۔ تو کتنے قلوب شرف
صحبت کے سبب کثافت باطنی سے پاک و
صاف ہو جائیں۔ حضرت نے جواب دیا کہ جبدن
سے یہاں آیا ہوں کسی جگہ نہیں گیا۔ اب دل
نہیں چاہتا کہ کہیں سفر کروں۔ مسافرت کا
زمانہ گذر گیا۔ اور اقامت کا وقت آیا۔ حکیم
صاحب نے عرض کیا کہ اگر حضور تشریف نہیں
لے چلتے تو اپنے خلفاء میں سے کسی کو متعین
فرمائیں۔ کہ جنکی ذات سے وہاں کے خاص
وعام فیضیاب ہوں۔ آپ نے فرمایا کہ وہ
علاقہ علی شیر سے متعلق ہے۔ وہی وہاں
جائیں گے۔ انہوں نے کہا کہ پھر دیر کیا ہے
حضرت نے جواب دیا کہ ایک بھید ہے جو پہلی
ربیع الاول کو ظاہر ہوگا۔ اسی وقت میری
اور انکی مفارقت ہوگی۔ حکیم صاحب نے
خیال کیا کہ شاید حضرت کے ارشادات میں
سے کوئی بات ایسی باقی ہے کہ جسے آپ
اس تاریخ کو ظاہر فرمائینگے۔

ماہ صفر کی ستائیس تاریخ ہوئی تو حضرت
کو تپ محرقہ لاحق ہوئی۔ حکیم صاحب نے علاج
شروع کیا مگر کوئی فائدہ نہ ہوا۔ بلکہ مرض
بڑھتا گیا۔ حکیم صاحب عاجز آ گئے۔ سیدنا

آگاہ باشید خدائے تعالےٰ بیافریدہ بنی آدم راگر برائے عبادت ومخالفتِ نفس وعاشق طالب خود کردن بجز ازین ہیچ کار نباید وکشف وکرامات بخوبی جلوہ دہد۔ وقدم گرم زدہ کہ راہ خدا بغیر محنت ومشقت حاصل نمی شود بعد ازین وصیت یگان یگان از اولاد ورفقائے را در خلوت بحسب قابلیت ہر یکے رانعمتہائے عطا فرمود پس ازان باز جمع نمود وگفت ازخدائے تعالےٰ درخواستم شمارا واتباع شمارا بر راہ راست تاکہ رساند واز جرائم گذشتہ توبہ بکناند نمیراندو گفت اَلسَّلَامُ عَلَیْکُمْ وَرَحْمَۃُ اللّٰہِ وَبَرَکَاتُہٗ وَمَغْفِرَتُہٗ ونقاب سحاب وار بر روئے آفتاب سار کشید وبہ بلند تر آواز گفت لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ۔ ونقل مکان فرمود۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ۔

ولادت سیدنا رضی اللہ عنہ فی سنہ عشر وثمانیہ من ہجرت النبی بین البغداد۔ عمرہ رضی اللہ عنہ ثلثین ومایتہ۔ وفاتہ رضی اللہ عنہ فی سنہ اربعین تسعۃ وماتنہ بین الاجہر

رضی اللہ عنہ نے انکی دلجوئی کی اور فرمایا کہ اندیشہ نکرو پہلی ربیع الاول کو تمہاری دوا کام کریگی۔ اور غم کو خوشی سے بدلدیگی ربیع الاول کی پہلی تاریخ ہوئی تو حضرت نے اپنے فرزندوں۔ مریدوں اور خادموں کو طلب کیا اور فرمایا کہ تم آگاہ رہو خداوند تعالےٰ نے اولاد آدم کو عبادت اور مخالفت نفس کیلئے پیدا کیا ہے اسلئے طالب کا یہی کام ہے کہ معشوق حقیقی کے عشق وطلب کے سوائے اور کسی طرف متوجہ نہو ریاضت ومجاہدہ ہی ظہور کشف وکرامت کا باعث ہیں لیکن راہ خدا محنت ومشقت سے خالی نہیں اس راستہ کے میں قدم مردانہ رکھنا چاہئے"۔ اس وصیت کے بعد آپنے ہر ایک کو خلوت میں حسب استعداد نعمتیں عطا فرمائیں پھر دوبارہ سب کو جمع کیا اور فرمایا کہ مینے خدائے تعالےٰ کی جناب میں تمہارے اور تمہارے متبعین کے لئے راہ راست کی درخواست کی ہے کہ جبتک وہ تمہاری خطاؤں کو معاف کرکے تمہیں منزل مقصود کو نہ پہنچائے تمہیں دنیا*

حضرت سیدنا رضی اللہ عنہ ۸۱۰ھ کو بغداد میں پیدا ہوئے اور ۹۴۰ھ کو ایکسو تیس سال کی عمر میں اجہر میں وفات پائی۔ اور اسی جگہ آپ کا مزار ہے۔

سے نہ اٹھائے یہ ارشاد فرماکر آپنے السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ ومغفرتہ کہا چادر مبارک کو روئے انور پر ڈالا اور بلند آواز سے کلمۂ طیبہ *پڑھا اور اس دارفانی سے عالم آخرت کیطرف رحلت فرمائی۔ انا للہ وانا الیہ راجعون *

وقبر شریف رضی اللہ عنہ واقع است۔	انوار ہے۔

تاریخ وفات قطب الاقطاب حاجی الحرمین حضرت امیر سیّد محمد ن القادری رضی اللہ عنہ منظومہ

اے دریغا کہ شاہ دین مقبول — فرح خود را گذاشت شد موصول
نام پاکش محمد وحشمتش — بود از محل عشق حق کمحول
آسمان تا کہ در وجود آمد — از غمش کوہ پست چو محول
کو نشاید سبا ریم ہر گز — با علوم جہان نمود حصول
خضر والیاس چون کہ دانستند — از علوم وخرد وکشف فضول
گر پذیرد رفاقت ما یان — آن جگر گوشۂ علی وبتول
زان سبب کنج حزن نگزیدند — در بیابان ہجر طبیع ملول
یافت زینت چو این جہان ازوے — عالم قدس نیز خواست قبول
بر سر خوان دعوتش بشتافت — چون جد خویش پاک ذات رسول
سال تاریخ رفتنش عشق است[۱] — کہ شد او زین جہان بحق موصول

بودہ است غرۂ ربیع اول
روز جمعہ شنو زمن تو فضول

سیّدنا رضی اللہ عنہ کا شجرہ[۲] و خرقہ خلافت حضرت غوث پاک تک اپنے ہی خاندانمیں محدود رہا

سیدنا رضی اللہ عنہ قادری وشجرہ	شیخ شیرازی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ

---

[۱] بعض تذکرہ نویسوں نے لکھا ہے کہ سیدنا نے بوقت انتقال فرمایا کہ یارو فقیر تو جاتا ہے اسکی یاد عشق عشق سے رہیگی جب لوگوں نے تاریخ وفات کی فکر کی تو ایک بزرگ نے کہا کہ تم لوگ اسمیں خوض کیا کرتے ہو حضرت کا کلام کوئی بھی حکمت سے خالی نہ تھا لفظ عشق کو مکرر پڑھو مادہ تاریخ بحساب جمل دیکھہ لو۔ ۱۲

[۲] جس طرح رسول اللہ صلعم سے ہر ایک حدیث ثقہ اور عادل (بقیہ حاشیہ صفحہ ۸۱ پر ملاحظہ کریں)

حضرت سیدنا کا سلسلہ قادری ہے اور شجرہ قادریہ آپکو بطریق ارث اپنے آبا و اجداد سے پہنچا ہے کتب تاریخ سے یہ امر پایہ ثبوت کو پہنچ چکا ہے کہ سلسلہ قادریہ کا وجود محبوب سبحانی حضرت شیخ عبد القادر جیلانی کے اجتہاد کا نتیجہ ہے	قادریہ از آبا و اجداد او شدہ آمدہ است و نیز در وجود آرندہ این سلسلہ جد اوست محبوب سبحانی شیخ عبد القادر جیلانی رضی اللہ عنہ و آن برین سند است ۔

شجرہ سید السیادت قطب الاقطاب حاجی الحرمین امیر سید محمد حسن القادری

لبس الخرقۃ من ابیہ و شجرہ امیر سید درویش محمد — چنانچہ اس اجمال کی تفصیل اس طرح پر ہے کہ

(بقیہ حاشیہ صفحہ گذشتہ سے پیوستہ) راویوں کے ذریعہ سے مسلسل ائمہ محدثین تک پہنچی ہے اسی طرح صوفیہ کرام نے بھی صحابہ اور تابعین رضوان اللہ علیہم اجمعین سے تزکیہ نفس اور انجلاء قلب (جسے تعلق علم تصوف سے ہے) ابًا عن جدٍ حاصل فرمایا ہے لیکن اس سلسلہ کے علم اسماء الرجال کو یعنی جن بزرگوں سے یہ فیض پہنچا اور سینہ بسینہ اسوقت تک چلا آیا ہے اور جن بزرگواروں سے جسکا توسل ہوتا آرہا ہے اسکی تاریخ کو شجرہ اور تلمذ اور حصول عرفان و خلافت کو خرقہ خلافت کہتے ہیں ۔ قرون ثلثہ میں صحابہ کو صحابہ کہتے ہیں مگر تابعین کو اپنی اصطلاح تصوف میں پیر فرماتے ہیں ۔ حدیث و آثار کیطرح ہر ایک صحابہ سے یہ علم تصوف حاصل نہیں ہوا ہے ۔ بلکہ صرف تین ہی اصحاب سے اس کا اخذ ہونا پایۂ ثبوت کو پہنچا ہے بعض کتب متصوفین سے صرف ایک ہی صحابی یعنی حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی ذات مجمع کمالات سے جمیع سلاسل صوفیائے کرام کے ماخوذ ہونے ثابت ہوتے ہیں مگر صحیح یہ قول ہے کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے نقشبندی اور حضرت عبد العزیز علمدار رسول صلے اللہ علیہ و آلہ وسلم سے قلندریوں کے سلسلے ماخوذ ہیں ۔

اسی طرح تابعین (پیر) بھی ان بزرگواروں کے چار ہیں حضرت امام حسن و حضرت امام حسین علیہما السلام اور حضرت خواجہ حسن بصری و حضرت خواجہ کمیل بن زیاد رضی اللہ عنہما ۔

تابعین یعنی چاروں پیروں کے بعد اجتہاد کرنا ہر ایک زمانے میں تسلیم شدہ معلوم ہوتا ہے علوم عرفان کے حصول کے طریقے جن مجتہدین نے اپنے طور پر مقرر کئے ہیں ۔ ان کے امتیاز کیواسطے اہل اللہ نے انہیں کیجانب انکو منسوب کر دیا ہے نام اسکا طریقہ یا خانوادہ رکھا ہے جن بزرگوں نے درجۂ اجتہاد کے پائے پا پاتے ہیں انہیں مجدد وقت صاحب شجرہ اور صاحب طریقت کہتے ہیں ۔ (مقتبس از تذکرہ مجدد)

قادری وہو من ابیہ امیر سید کلان کلان عالم
وہو من ابیہ سید عبد الرحیم وہو من ابیہ سید
عبد الفتاح وہو من ابیہ سید عبد الوہاب
وہو من ابیہ سید عبد الرحمٰن وہو من ابیہ
سید عبد الحی وہو من ابیہ سید عبد الجلیل وہو
من ابیہ فرد زمان سید عبد الرحیم ابو القاسم
شیخ کرم اللہ محدث رزاقی وہو من ابیہ
غوث الزمان حضرت شیخ ابوبکر تاج الدین
سید عبد الرزاق محدث قادری وہو من ابیہ
حضرت محبوب سبحانی قطب ربانی غوث الصمدانی
غوث الاعظم شیخ ابو محمد محی الدین سید السادات
سید عبد القادر جیلانی الحسنی والحسینی بدانکہ
شجرۂ حضرت غوث پاک رضی اللہ عنہ یکے
نسبی است کہ بجز از فرزندان صلبی او رضی
اللہ عنہ دیگرے از مریدانش رخصت دادن
بنسبت نسب وے رضی اللہ عنہ در باب
اول (ابتدائے کتاب) گفتہ شد۔

قطب الاقطاب سید السادات حضرت امیر
سید محمد ن القادری نے خرقۂ خلافت
اپنے والد امیر سید درویش محمد قادری
سے پہنا۔ انہوں نے اپنے والد امیر سید
کلان کلان عالم سے اور اسی طرح یہ شجرہ
حضرت غوث الاعظم تک منتہی ہوتا ہے
اور وہاں سے پھر حضرت علی کرم اللہ
وجہہ تک پہنچتا ہے۔ پہلے صفحات
میں اس کی تفصیل گذر چکی ہے۔
اس لئے اس جگہ اعادہ کی حاجت نہیں
البتہ اس موقع پر اس امر کا ذکر ضروری
معلوم ہوتا ہے۔ کہ حضرت غوث
صمدانی قطب ربانی محبوب سبحانی
سید عبد القادر جیلانی رضی اللہ عنہ کا
ایک شجرہ تو نسبی ہے اور اسکی اجازت آپکی اولاد
صلبی تک ہی محدود رہی ہے علاوہ ازیں آپکو دیگر
بزرگان سے بھی خرقۂ خلافت ملے جنکی تفصیل حسب ذیل ہے

شجرۂ خلافتی

وآن این است۔ غوث الاعظم شیخ
عبد القادر جیلانی لبس الخرقۃ من شیخ
الاسلام حضرت ابو سعید علی بن مبارک
مخزومی وہو من شیخ ابو الحسن علی بن محمد

غوث الاعظم حضرت شیخ عبد القادر جیلانی
نے شیخ الاسلام حضرت ابو سعید علی
بن مبارک مخزومی سے خرقۂ خلافت پہنا
انہوں نے شیخ ابو الحسن علی بن محمد مقدسی

مقدسی ہنکاری وہو من شیخ ابوالفرح
یوسف قریشی طرطوسی وہو من شیخ
ابوفضل عبد الواحد بن عبد العزیز
یمنی وہو من شیخ ابوبکر محمدن الشبلی
وہو من شیخ سید الطائفہ حضرت ابوالقاسم
شیخ جنید بغدادی وہو من شیخ حالہ شیخ
عبد اللہ سری سقطی وہو من شیخ حضرت
معروف کرخیؓ اورا دو شجرہ شدیکے
از امام علی موسیٰ رضا رضی اللہ عنہ
دویم از شیخ داؤد طائی۔ امّا از امام
برین نوع است۔ شیخ معروف کرخی من
امام علی موسیٰؑ رضا وہو من ابیہ امام
موسیٰ کاظم وہو من ابیہ امام جعفرؑ
صادق وہو من ابیہ امام محمدؑ باقر
وہو من ابیہ امام زین العابدین
علی اوسط وہو من ابیہ امام حسین
شہید دشت کربلا وہو من ابیہ
امیر المومنین اسد اللہ الغالب
علی ابن ابی طالب کرم اللہ وجہہ
وہو من رسول اللہ محمد مصطفیٰ صلی
اللہ علیہ وآلہ وسلم۔

امّا از شیخ داؤد طائی برین نوع
است۔ شجرہ شیخ معروف کرخی لبس الخرقۃ

ہنکاری سے اُنہوں نے شیخ ابوالفرح یوسف
قریشی طرطوسی سے اُنہوں نے شیخ ابوفضل
عبد الواحد بن عبد العزیز یمنی سے اُنہوں نے
شیخ ابوبکر محمدن الشبلی سے اُنہوں نے سید الطائفہ
حضرت ابوالقاسم شیخ جنید بغدادی سے اُنہوں
نے شیخ عبد اللہ سری سقطی سے اُنہوں نے حضرت
معروف کرخی سے۔ حضرت معروف کرخی کو دو
جگہ سے خرقہ ملا ایک تو امام علی موسیٰؑ رضا سے
اور دوسرا شیخ داؤد طائی سے چنانچہ جو خرقہ آپکو
امامؑ ہمام سے پہنچا اسطرح پر ہے حضرت معروف نے امام
علی موسیٰ رضا سے خرقہ خلافت حاصل کیا اُنہوں نے
اپنے والد امام موسیٰؑ کاظم سے اُنہوں نے اپنے والد امام
جعفرؑ صادق سے اُنہوں نے اپنے والد امام محمدؑ باقر سے اُنہوں
نے اپنے والد امام زین العابدین سے اُنہوں نے اپنے والد امام
حسینؑ سے اُنہوں نے اپنے والد امیر المومنین حضرت علی
کرم اللہ وجہہ سے اور اُنہوں نے رسول اللہ
محمد مصطفیٰ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم سے۔

جو شجرہ حضرت معروف کرخی کو
شیخ داؤد طائی سے پہنچا اسکی تفصیل
اس طرح ہے کہ حضرت معروف کرخی
نے شیخ داؤد طائی سے خرقہ خلافت پہنا
اُنہوں نے شیخ حبیب اللہ عجمی سے اُنہوں
نے شیخ ابوسعید حسن بصری سے اُنہوں نے

والطاقیہ ومعین ذکر من شیخ داؤد الطائی وہو من شیخ حبیب اللہ عجمی وہو من شیخ ابوسعید حسن البصری وہو من شیخہ امیرالمومنین علی کرم اللہ وجہہ وہو من سید المرسلین احمد مجتبیٰ محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم۔

از معروف کرخی اجازت جانبین تا بہ غوث الاعظم رسید واز شیخ عبدالقادر گیلانی رض اجازت کہ از جانب پدرش ابوصالح موسیٰ جیلی واز طرف ابوسعید مخزومی بہر دو طرف کہ اورا واسطہ ووسیلہ بود چنانچہ ذکر کردیم تا بہ سیدنا وشیخنا قطب الاقطاب امیر سید محمدن القادری نسباً وخلافتاً وبغدادی مولداً والاجہری مسکناً رسید ومولف این تالیف (منقبت محمدیہ) علی شیر شیرازی از سیدنا رضی اللہ عنہ بہر دو اجازت کامیاب شدہ ماموراست بہ تلقین اذکار ہر جانب کہ تحریر یافت ؎

حضرت امیرالمومنین علی کرم اللہ وجہہ سے اور انہوں نے سید المرسلین احمد مجتبیٰ محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم سے۔

سطور بالا سے یہ امر بخوبی ظاہر ہے کہ غوث صمدانی محبوب سبحانی حضرت شیخ سید عبدالقادر گیلانی رضی اللہ تعالےٰ عنہ کو نہ صرف اپنے والد سید ابوصالح موسیٰ جیلی سے خرقۂ خلافت پہنچا بلکہ جو خرقے حضرت معروف کرخی رضی اللہ تعالےٰ عنہ کو حضرت امام موسیٰ رضا اور شیخ داؤد طائی رضی اللہ تعالےٰ عنہما سے پہنچے تھے۔ ان سے بھی آپ مشرف ہوئے تھے۔ اوران سب طریقوں کی اجازت حضرت سیدنا محمدن القادری البغدادی الاجہری کو خلافتاً حاصل ہوئی اور الحمد للہ کہ اس مؤلف (منقبت محمدیہ) علی شیر شیرازی کو بھی بارگاہ سیدنا سے ان طریقوں میں خرقہ خلافت واجازت حاصل ہے۔

گر تو خواہی نورِ حق بینی عیان
آتشِ دوزخ ترا نیا رو زیان
تا جمالِ دوست بیشک بنگری
خویشتن را کن غلامِ قادری

امّا سیدنا رضی اللہ عنہ را خلافت از چند جائیہا رسیدہ کہ بیانش نخواہد انجامید واین مختصر است کہ از چند کرامات عجائب

حضرت سیدنا کو دیگر بزرگوں سے بھی خلافت حاصل ہے۔ اس جگہ تفصیل کی گنجائش نہیں یہ چند واقعات وکرامات

وغرائب پرنمودہ شد مفصل کیفیت او
رضی اللہ در تواریخ حسینی تصنیف شیخ
المشائخ کریم الدین حسین کی فی مناقب سیدنا
رضی اللہ عنہ مذکور است ہمدران باید جست۔

سیدنا رضی اللہ عنہ را سہ پسر بودست
سید السادات ابوالمظفر سید معین الحق والدین
ولی اللہ و سید السادات ابوالآدم سید
جلال الحق والدین ابدال و سید السادات
ابو قتال نظام الحق والدین صوفی مزاج
بہترین پسر سیدنا رضی اللہ عنہ سید معین الحق
والدین است چون سید مظفر پسرش پیدا شد
سیدنا رضی اللہ عنہ اوراکنیت ابوالمظفر نہاد
واوست کہ سرفراز شد بخلعت ؎ خاص محبوب
سبحانی شیخ عبدالقادر جیلانی کہ از صوف

ہیں جو میں نے اس مختصر کتاب میں حوالۂ
قلم کئے۔ مفصل حالات کے لئے ناظرین کو
تاریخ حسینی تصنیف شیخ المشائخ کریم الدین حسین
کی فی مناقب سیدنا رضی اللہ عنہ کیطرف رجوع کرنا چاہیئے

سیدنا رضی اللہ عنہ کے تین لڑکے تھے
سب سے بڑے فرزند کا نام سید معین الحق والدین
اور لقب ولی اللہ تھا۔ آپ کے منجھلے صاحبزادے
سید جلال الحق والدین کے نام سے موسوم اور
ابدال کے لقب سے ملقب تھے۔ اور آپکے تیسرے
صاحبزادے ابو قتال نظام الحق والدین کے
نام سے پکارے جاتے تھے۔ کمالات ظاہری و
باطنی میں سید معین الحق والدین کا مرتبہ اپنے
بھائیوں سے بڑھا ہوا تھا اور یہی وجہ ہے کہ آپ
حضرت محبوب سبحانی کی خلعت خاص سے لکہ

سیدنا کی اولاد

احوال سید السادات سید معین الحق والدین

؎ اسوقت تک اچھ شریف میں پہلی ربیع الاول (روز عرس سیدنا رضی اللہ عنہ) کو جن تبرکات کی زیارت ہوتی ہے انکی دو قسمیں ہیں۔ اول وہ جو سیدنا رضی اللہ عنہ کے ساتھ بغداد شریف سے آئے ہیں انہیں خانہ کعبہ کے صوف سیاہ کا خرقہ حضرت غوث پاک کا جو اباً عن جدٍ سیدنا رضی اللہ عنہ تک پہنچا اسے (حسب تحریر شیرازی رحمۃ اللہ علیہ) آپ نے بڑے صاحبزادے حضرت سید معین الدین رضی اللہ عنہ کو پہنایا۔ مگر بعض بزرگوں کی تحریر سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ خرقہ مبارک منجھلے صاحبزادے حضرت سید جلال الدین ابدال رضی اللہ عنہ کو سیدنا رضی اللہ عنہ نے عطا فرمایا واللہ اعلم۔ قاضی سید محمد جواد رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی کتاب میں لکھا ہے کہ سیدنا رضی اللہ عنہ کو آپکے پدر بزرگوار نے بوقت رخصت تاج و خرقہ و عصا تین چیزیں حضرت غوث پاک کی عطا کیں۔ ان کے علاوہ اور بھی تبرکات موجود ہیں۔ دوسری قسم ان تبرکات کی ہے جو خود حضرت سیدنا رضی اللہ عنہ اور آنکی بعض اولاد کے ملبوسات ہیں جنمیں سیدنا اور حضرت شاہ عبدالرشید کے خرقے مبارک اور حضرت شیر علی شہید کا جامہ (صفحہ ۹۲ ملاحظہ فرمائیں)

سیاہ کعبہ شریف بود وآن را بہ پسر گرامی
خویش سیدنا تاج الدین عبد الرزاق بخشید و
ازوے دست بدست بر سیدنا رضی اللہ عنہ
رسید وآنحضرت باو پوشانید و قطب زمان
صوفی روان خویش است پس از ہر عبادت
از خدائے تعالےٰ درخواستے الٰہی زاہدان از
تو قصور بہشت و حور می طلبند و عوام زال
دنیارا و من از تو ترامی خواہم فَھَبْ لِیْ
اِنَّكَ جَوَّادٌ کَرِیْمٌ - وگاہے ندیدمش کہ
چشم او بے اشک باشد و چہرہ اش بے
قرار نمی ماند۔ تفقہ و سماع حدیث از مولوی
بھیکھن بہاری و علوم باطنی با بیعت از
پدر بزرگوار حاصل کردہ اکثر بار اورا
سید حسن گفتہ چیزے در اذکار از من فرا گیر
گفت دل یگانہ خدائے یگانہ دارم پس چرا
مرشد دوگانہ برخود مقرر گردانم۔ خواہان
کشف و کرامات نیم، بیم از دوزخ و امید
از جنت بجز از حق ندارم بین الخوف والرجا
میگذرانم - در دنیا و دین سوائے مقصود معبود
چیزے نیست و ذکرش ورائے لا الٰہ الا اللہ

جو کعبہ شریف کے صوف سیاہ سے بنی ہوئی تھی
اور جو دست بدست حضرت سیدنا تک پہنچی تھی)
سرفراز ہوئے اپنے وقت کے آپ قطب تھے
ہر عبادت کے بعد آپ بارگاہِ ایزدی میں یہی
دعا کرتے کہ خداوندا زاہد تو تجھ سے حور وقصور
کی طلب کرتے ہیں اور عوام نعم دنیوی کے طلبگار
ہیں لیکن میں تجھ سے تجھی کو مانگتا ہوں۔ پس تو
میری مراد دلی بر لا۔ بیقراری آپکا شعار تھا آپ
ہمیشہ چشم پر آب رہتے۔ فقہ اور سماع حدیث کی
تعلیم آپنے مولوی بھیکھن بہاری اور علوم باطنی
کی تعلیم اپنے والد بزرگوار سے حاصل کی۔ سید حسن
اکثر آپکو اذکار کی تعلیم کی کوشش کرتے لیکن آپ
یہی جواب دیتے کہ خدائے واحد یگانہ نے جبکہ جوف
بنی آدم میں ایک ہی دل پیدا کیا ہے ایک مرشد
کی چوکھٹ ہی میرے لئے کافی ہے یک در گیر و
محکم گیر۔ بیم وامید اور خوف ورجا کی حالت میں
زندگی کے دن گذارتا ہوں اور سوائے خدائے بزرگ
وبلند کے کسی اور سے رحمت وبخشش کی امید نہیں
رکھتا۔ اسی کی درگاہ بے نیاز میں اپنا سر جھکاتا ہوں
اور اسکی طلب میں دنیا و دین کی فکر سے آزاد ہوگیا ہوں

(بقیہ حاشیہ گذشتہ سے پیوستہ) شامل ہیں عرس کے روز انکی زیارت بھی کرائی جاتی ہے۔ ان کے علاوہ حضرت سید سلیمان رضی اللہ عنہ کا خرقہ حضرت شاہ مسعود صاحب کے فتاوے بڑے پیر صاحب کی وصلی کی تاریخ یازدہم ربیع الثانی کو موضع بھنڈیہ پرگنہ منورہ ضلع گیا میں زیارت کرائی جاتی ہے - ۱۲

محمد رسول اللہ بہتر نمی دانم و غایت
اسماد او نیست ذاکر بہمہ نامش بیک
زمان از یک زبان محال نزدیک عقول
عقلائے می نماید۔

اور نفی و اثبات یعنی کلمہ لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ
کے ذکر کے سوا اور کوئی ذکر نہیں کرتا اسلئے کہ اسماء
الٰہی کی کوئی غایت نہیں۔ ایک ہی وقت میں حقیر
زبان سے جملہ اسمائے الٰہی کا ذکر محال عقلی ہے۔

مَنقبَت

روزے مردے در پیش اُو آمد دعاء
خیر در حق خود خواست جوابش داد
تو در باب خویش از من بہتر خواہی
خواست و قبول ہر دو بدست کردگا
است و نمی دانم خود را مستجاب الدعوات
وافضل از دیگرے و از حیا بعید است
عاصی شدہ بدرگاہ خدائے تعالےٰ عفو
گناہ دیگران طلبم ؎

ایکدفعہ کسی شخص نے آپ سے دعاء خیر کی استدعا کی آپنے
فرمایا کہ اس کام کو تم مجھ سے بہتر انجام دیسکتے ہو۔ میں
تمہارے لئے دعا مانگوں یا تم اپنے لئے بارگاہ ایزدی
میں گڑگڑاؤ۔ قبول و اجابت تو خداوند تعالےٰ
کے ہاتھ میں ہے پھر یہ کسطرح ممکن ہے کہ میں اپنے
آپکو مستجاب الدعوات اور دوسروں سے افضل و
برتر سمجھوں اور پھر جبحالت میں کہ میں خود عاصی گنہگار ہوں
کس منہ سے دوسروں کیلئے بارگاہ ایزدی میں عرض کروں

گنہگار دارد حیا از خدا
بہ پستی زبان را نگوید صدا
ہر آن کس کہ افتاد از پا بگیر
دگر را کجا گو کہ استاد گیر

مَنقبَت

روزے بر بام جلوس داشت
سائلے رسید از و سوال کرد۔ اُو
بذکر الٰہی دل یکسو کردہ بود نشنید۔ سائل
فضول گو وقتیکہ متوجہ بخود دید گفت

ایکروز آپ بام پر ذکر الٰہی میں دنیا و
مافیہا سے بے خبر مشغول بیٹھے تھے کہ ایک
سائل کا اس موقع پر گذر ہوا اور اس نے
دست سوال دراز کیا۔ اس حالت استغراق

نمی ترسی از خدا کہ پیش بالائے بام نشینی وسائل غمگین را فرو تر بینی۔ از کلام او مدہوش شد و از قصر در افتاد بر سنگے آمد دیدم سنگ را بلرزید و موم صفت گردید و شکل جانب دستہائے مبارک و ران منقوش مثل گلے کہ در و نشانے پائے بر آید یکے از مریدان او حاضر بود آن سنگ را فرا گرفت برائے تعظیم سید معین الدین اطال اللہ عمرہٗ برخواست و بر وخشم خورد و سنگ را پارہ پارہ کرد و فرمود مگر ترا فرمودہ اَم غیر خدائے تعالے خود را پرستیدن نہ سنگ را ۔

میں آپکو کوئی خبر نہ دی۔ سائل جواب کا منتظر رہا جب آپکو اپنی طرف متوجہ پایا کہا کہ کیا خدا سے نہیں ڈرنا اور سائل غمگین کو اپنے سے فروتر سمجھتا ہے! اسکے کلام سے آپ اسقدر متاثر ہوئے کہ مدہوش ہو کر چھت سے گر پڑے میں بھی اُسوقت موجود تھا اور دیکھ رہا تھا کہ جس پتھر پر آپ گرے اسمیں حرکت پیدا ہوئی اور وہ موم کی شکل میں تبدیل ہو گیا جسطرح کیچڑ میں آدمی کے پاؤں کے نشان منقش ہو جاتے ہیں اسی طرح آپ کے ہاتھوں کے نقش اس پتھر پر مرتسم ہو گئے اسموقع پر آپکا ایک مرید بھی حاضر تھا اسنے تعظیماً اس پتھر کو اٹھا لیا آپ ناراض ہوتے پتھر کو ٹکڑے ٹکڑے کر دیا اور فرمایا کہ عبادت صرف خدا کی ذات کو واجب ہے۔

عبادت ورائے خدائے روا
رسیدند پیغمبران بر زمین
ز آدم نگر تا محمد نکو

پرستیدنِ غیر باشد خطا
پئے بندگی جہان آفرین
کہ فرمود بر غیر او سجدہ گو

اگر تو پرستی قبورِ رسول
مبر این گمان کردہ گشتی قبول

ولادت سید معین الدین اطال اللہ عمرہٗ در ۸۴۸ھ بود و ابناء اُو سہ پسر یکم سید مظفر قادری ولادت اُو در ۸۶۸ھ تفقہ و سماع علوم کرد بر والد خود۔ وے را پسرے در ۹۰۸ھ

سید معین الدین اطال اللہ عمرہٗ کا سن ولادت ۸۴۸ھ ہے۔ آپ کے بھی اپنے پدر بزرگوار کی طرح تین صاحبزادے تھے آپکے سب سے بڑے فرزند سید مظفر قادری ۸۶۸ھ میں پیدا ہوئے اور انہیں کے نام پر آپکی

بوجود پیوست سید السیادات قطب الاقطاب امیر سید محمد ن القادری سید عبدالرزاق نام نہاد و دوم سید حبیب ولادت او ۸۸۸ھ و تفقہ و سماع علوم کرد نزد والد و عم خود سید جلال الدین ابدال رضی اللہ عنہ۔ سویم سید شمس الدین ولادت او در ۸۸۹ھ تفقہ و سماع علوم کرد بر والد خود و مادر این ہر سہ پسران دختر سید شمس الدین[۱] حسینی است او صالح روزگار است از ہمدان بشہر دہلی آمد و آز انجا بہ اجمیر رسید۔

کنیت ابوالمظفر ہوئی آپنے علوم ظاہری و باطنی کی تکمیل اپنے والد سے کی۔ سید مظفر کی اولاد میں صرف ایک لڑکا ہوا انکا سن پیدائش ۹۰۸ھ ہے اور قطب الاقطاب حضرت امیر سید محمد ن القادری نے انکا نام سید عبدالرزاق رکھا سید معین الدین کے دوسرے صاحبزادے سید حبیب نام ۸۸۸ھ میں کتم عدم سے عالم وجود میں آئے آپنے فقہ اور سماع حدیث کی تحصیل اپنے والد اور چچا سید جلال الدین ابدال سے کی حضرت سید معین الدین کی شادی سید شمس الدین حسینی کی دختر نیک اختر سے ہوئی سید شمس الدین نہایت صالح اور متقی تھے آپ ہمدان سے دہلی اور وہاں سے اجمیر تشریف لائے

۳ حضرت کے تیسرے فرزند سید شمس الدین ۸۸۹ھ میں پیدا ہوئے ۱۲

احوال سید السیادات سید شاہ جلال الدین ابدال رضی[۲]

کنیت ابوالآدم و سید آدم پسر کلان اوست و قتیکہ او در وجود آمد سید نا اُو را بآن کنیت نداکرد ابدال وقت خویش است۔ ارشاد دارد از حال بزرگوار

آپکی کنیت آپ کے پسر کلان سید آدم ابدال کے نام پر ابو آدم مشہور ہوئی۔ آپ اپنے وقت کے ابدال تھے۔ آپ نے مجاہدہ محاسبہ اور مراقبہ میں اس درجہ کمال بہم پہنچایا تھا کہ ایک

---

[۱] آپ ہی کی ذات والا پر کیا موقوف تہا بلکہ عرب و عجم کے صوفیائے کرام اسوقت اجمیر شریف میں موجود تھے انشاء اللہ ان بزرگواروں کے متبرک تذکرے آذکار طیبہ میں عرض کرونگا۔ ۱۲

[۲] خاکسار مؤلف کا شجرہ نسب آپ ہی کی ذات بابرکات سے اس طرح پر پیوست ہوتا ہے کہ امتیس احمد ولد سید شاہ حسن احمد قادری بن سید شاہ امین احمد قادری بن حاجی سید شاہ غلام بھیکہ قادری بن سید شاہ غلام قطب قادری بن سید شاہ غلام نجف قادری بن سید شاہ محمد عیوض قادری بن سید شاہ محمد امین قادری بن دیوان

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۹۶ پر ملاحظہ فرمائیں)

میر سید حسن قادری بمجاہدہ۔ محاسبہ و مراقبہ از حد درگذرانید سالے از صومعہ برنیامد و آب و نان نخورد ازو پرسیدند در شکستن نفس چہ فائدہ است۔ فرمود۔ منع نفس از ہوا و ہوس ساعتے بہ از عبادت صد سالہ باہوس۔

سال تک متواتر خانقاہ سے باہر نہ نکلے اور اس اثنا میں کھانے پینے کی کوئی چیز استعمال نہ کی۔ جب آپ سے پوچھا گیا کہ اس طرح کی نفس کشی سے کیا فائدہ ہے تو آپ نے جواب دیا کہ ہوا و ہوسِ نفس کی ایک گھڑی کے لئے مخالفت ایسی سو سال کی عبادت سے بہتر ہے۔ کہ جسمیں ہوس کا عنصر شامل ہو۔

(لقیہ حاشیہ صفحہ گذشتہ سے پیوستہ) سید شاہ نظام الدین قادری بن دیوان سید شاہ عبداللہ قادری بن دیوان سید شاہ محمد یحییٰ قادری بن سید شاہ آدم ابدال قادری بن سید شاہ جلال الدین ابدال قادری بن قطب الاقطاب فرد الافراد حاجی الحرمین الشریفین صحیح النسبین کریم الطرفین سیدنا و مولانا و مخدومنا حضرت خواجہ امیر سید محمد ن القادری البغدادی ثم الاجہری رضی اللہ عنہم۔

سید شاہ امین احمد قادری قدس سرہٗ (جد مولف) منکوح بودند از مسمات لطیف زہرہ ملقب بہ مسمات راجابی بی بنت سید نسیم اللہ بن سید فیض علی بن سید شاہ سلیم اللہ بن شاہ علیم اللہ بن شاہ محمد داؤد قدس سرہٗ۔ از مسماۃ لطیف زہرہ زوجہ سید شاہ امین احمد قادری قدس سرہٗ چند پسران و دختران متولد گردیدند اما اجرائے نسل از فرزند کلان سید شاہ حسن احمد قادری نور اللہ مرقدہٗ (پدر بزرگوار مولف کتاب ہذا) باقی است۔ یعنی راقم الحروف در ۱۳۱۹ھ منکوح شد با دختر سید ضمیر الحسن ولد سید محمد حسین ساکن اورنگ آباد ضلع گیا از ان چہار فرزندان سید شاہ مونس احمد و سید شاہ رشید احمد و سید شاہ سمیع احمد و سید شاہ حبیب احمد و پنج دختران بقید حیات اند اللّٰھم بارک فی اعمارھم و اولادھم واجعلھم ناصراً للشریعۃ المصطفویۃ والطریقۃ المرتضویۃ و ناشر السلسلۃ العالیۃ القادریۃ ووفق باجراء سلسلۃ الارشاد علی طریقۃ الآباء والاجداد بحرمۃ سیدنا و نبینا محمد و آلہ واصحابہ الامجاد و اولیاء امتہ ذوی الفضل والرشاد الی یوم التناد آمین برحمتک یا ارحم الراحمین۔

سید شاہ حسن احمد قادری نور اللہ مرقدہٗ (پدر بزرگوار مولف کتاب ہذا) در ۱۲۹۹ھ منکوح گشت با مسماۃ حبیبن بنت سید شاہ سعید الدین عرف سید شاہ گھسیٹا ولد سید عسکر علی بن سید میر علی بن سید فقیر اللہ بن

(لقیہ حاشیہ صفحہ ۹۷ پر ملاحظہ فرمائیں)

مَنقبت

کور چشمے نزدیکش آمد گفت اگر چشم روشن گردانی بشرف اسلام مشرف شوم آب دہن مبارک خود را بہ بصر او فراکشید درحال بینا گردید کلمہ شہادت بر زبان راند ؎

ایکدفعہ کوئی اندھا آپکی خدمتمیں حاضر ہوکر عرض پرداز ہوا کہ اگر آپکی دعا سے میری بصارت عود کر آئے تو میں اسلام قبول کرونگا آپنے اپنا لعاب دہن اسکی آنکھوں میں لگایا فوراً بینا ہو گیا اور کلمۂ شہادت زبان پر لایا اور مشرف بہ اسلام ہوا۔

بود دہنش چشمۂ آبحیات
چشم اُوزان یافت ازآنش نجات

(بقیہ حاشیہ صفحہ گذشتہ سے پیوستہ) سید محمد ولی بن سید محمد عسکری بن سید عبداللطیف بن سید ابو محمد بن سید محمد فیروز قدس سرہٗ۔ و سلسلہ نسب سید موصوف بدین منوال است یعنی سید محمد فیروز بن سید عبدالرحیم بن سید درویش محمد بن سید خلیل بن سید احمد بن سید قتال بن سید جلال بن سید کریم اللہ بن سید رسول بن سید دانیال بن سید رحمان ہوشیار بن سید قطب بن سید بختیار بن سید جلال الدین بن سید برہان الحق بن سید زید بن سید احسن ابوالفضل بن سید علی خدا بن سید مرتضیٰ بن سید حسین مایکدیم بن سید علی حذری بن سید حسین اصغر بن حضرت امام زین العابدین علیہ السلام بن حضرت امام حسین علیہ السلام۔

باید دانست کہ سید محمد فیروز بن سید عبدالرحیم مذکور منکوح شد بامساۃ معروفہ بنت سید آدم ابدال ابن حضرت سید جلال الدین ابدال ازان دو پسر سید ابو محمد و سید احمد و یک دختر مساۃ علمون داشت کہ با سید شاہ مسعود بن سید السادات حضرت شاہ سلیمان قادری بن حضرت سید جلال الدین ابدال قادری کدخدا شد و ازانہا اجرا نسل باقی است۔ انشاء اللہ بہ انساب محمدیہ ذکرشان خواہد آمد۔

و نیز جداعلیٰ راقم الحروف یعنی حضرت حاجی سید شاہ غلام بھیکہ بن سید شاہ غلام قطب قدس سرہٗ بقصبہ داؤد نگر بامساۃ اجو بنت سید شاہ غلام مرتضیٰ بن سید شاہ غلام مصطفےٰ بن سید شاہ حسن اللہ بن سید شاہ معزالدین بن سید شاہ مرتضیٰ ابن سید شاہ مسعود بن سید السادات حضرت شاہ سلیمان قادری بن سید

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۹۸ پر ملاحظہ فرمائیں)

ولادت سید جلال الدین اطال اللہ عمرہٗ در ۸۴۹ھ اولاد اُو از دختر سید علی المعروف بہ سید بھیکہ مانک پوری دو پسر و دو دختر اند یکم سید آدم ابدال قادری ولادت او در ۸۶۵ھ در حصول علوم ظاہری کمتر کوشید لیکن در عبادت و اذکار الٰہی بیشتر مشغول بود۔ وی را سہ پسر بوجود پیوست سید عبد الحکیم و سید محمد یحیےٰ و سید عبد الرسول نام نہادند۔ دوم پسر سید سلیمان قادری ولادت اُو در ۸۸۹ھ ہجری وے را بولایت منورہ معمور ساخت ولادت دخترش[۱] در ۹۱۸ھ کہ نکاح اُو باعمزادہ اش سید شمس الدین واقع شد ٭

آپ ۸۴۹ھ میں پیدا ہوئے آپکا عقد نکاح سید علی معروف بہ سید بھیک مانکپوری کی دختر سے باندھا گیا۔ اوران کے بطن سے آپ کے ہاں دو لڑکے اور دو لڑکیاں تولد ہوئیں آپ کے سب سے بڑے صاحبزادہ سید آدم ابدال قادری کا سن ولادت ۸۶۵ھ ہے۔ انہوں نے علوم ظاہری کیطرف زیادہ توجہ نہ کی اور وہ اپنے اوقات کا بیشتر حصہ عبادت اور ذکر الٰہی میں گذارتے تھے سید آدم ابدال کے ہاں تین لڑکے سید عبد الحکیم۔ سید محمد یحیےٰ اور سید عبد الرسول نام ہوئے۔ سید جلال الدین ابدال کے فرزند ثانی کا نام سید سلیمان قادری تھا ۸۸۹ھ آپکا سن پیدائش ہے منورہ کی ولایت آپکو سپرد ہوئی[۱]

٭ ۱۲) آپ سے صرف ایک دختر ہوئی جنکا عقد نکاح ۱۲ برس کی عمر میں سید شمس الدین سے ہوا ٭

(بقیہ حاشیہ صفحہ گذشتہ سے پیوستہ) جلال الدین ابدال قادری رضی اللہ عنہ ازدواج نمود و از بطنش پنج پسر و چہار دختر داشت۔ اما اجرا نسل از جدی حضرت سید شاہ امین احمد قادری مذکور و حضرت سیدی سید شاہ غلام محمد نجف قادری قدس سرہٗ باقی است چنانچہ گفتہ شد غرضیکہ تا ایندم جمیع شادیات بقرابت قریبہ انساب صحیح کردہ اند۔

و حضرت سید شاہ غلام محمد نجف قادری قدس سرہٗ منکوح شد از مسماۃ مصرن بنت سید غلام سرور رضوی (کہ از اولاد حضرت مخدوم شاہ وحید الدین حلیہ کش کہ شوہر مسماۃ بی بی بارکہ بنت شاہ زکی بن مخدوم حضرت شاہ شرف الدین احمد یحییٰ منیری بہاری بودند) ازان عم مکرم مولانا مولوی سید شاہ محمد طاہر صاحب مدظلہ و یک دختر زوجہ سید شاہ فتح العزیز صاحب طلا بقید حیات اند و جناب مولانا محمد طاہر صاحب از مسماۃ علیمن دختر حکیم سید وحید الدین اشرف لبنان منکوح شد ازان سید شاہ محمد طیب و شاہ محمد ابراہیم و سید شاہ محمد عزیز و سید شاہ محمد عیسےٰ سلمہم و دو دختر بقید حیات اند و دختر کلان با سید شہاب الدین مخدوم پور کنڈ واکد خدا شد ازان سید منظور عالم سلمہٗ بوجود آمد مفصل بیان انساب محمدیہ میں آئیگا۔ ۱۲

[۱] جسوقت یہ رسالہ حضرت علی شیر شیرازی نے لکھا تھا اسوقت تک آپکی اولاد میں یہ ایک لڑکی تھیں ورنہ بعد میں آپکے صاحبزادے حضرت شاہ مسعود صاحب نور اللہ مرقدہٗ سے ہنوز سلسلہ نسب جاری ہے۔ انکی تفصیل اذکار طیبہ میں آئیگی۔ انشاء اللہ۔

احوال امیر سید نظام الدین صفوی فراج

تفقہ و سماع حدیث کرد از مولوی بھیکھن بہاری و علوم معنوی حصول از والد خود۔

آپنے علوم ظاہری کی تحصیل مولوی بھیکھن بہاری سے کی۔ اور علوم باطنی کی اپنے والد حضرت سیدنا سے۔

منقبت

او متقی و صالح روزگار و موصوف بہ صفت اہل بہشت است۔ چنانچہ لاہل الجنۃ اربعۃ خصال صالح لسان فصیح قلب سخی ید سخی و لاہل النار اربعۃ خصال وجہ قبیح لسان فاحشۃ قلب شقی ید بخیل؎ رخش چو یوسف لب محمد دلش زیحیی نشان داده ٭ خلیل وار است برائے مہمان طعام ہر سو بخوان کشاده

ولادت سید نظام الدین اطال اللہ عمرہٗ در ۸۵۰ھ و او را دخترے در وجود آمد برین سالہا کہ گذشت زنش صالح و عابدہ بود دختر سید علی المعروف بہ بڈھا شاہ سلیم پوری۔ غمگین شد بخدمت سیدنا رضی اللہ عنہ آمد و طلب پسر کرد فرمود غم مخور خدائے تعالےٰ ترا ازین دختر نسل بسیار و بے عدد پیدا کند و این در نکاح سید سلیمان بن سید

آپ بغایت متقی اور پرہیز گار تھے اور صفات پسندیدہ اور خصائل حسنہ سے آراستہ و پیراستہ تھے۔ جنتی ہونیکے لئے چار خصلتیں ضروری ہیں کہ انسان عادات و اطوار میں پسندیدہ زبان فصیح اور دل سادہ رکھتا ہو اور اسکے ہاتھ میں سخاوت ہو چنانچہ آپ میں یہ چاروں خصائل بدرجہ اتم موجود تھے۔ آپکی زبان کبھی کسی فحش کلمہ سے آشنا نہ ہوئی۔ بخل نے آپکو چھو تک نہ تھا۔ آپ ۸۵۰ھ میں پیدا ہوئے۔ سید علی معروف بڈھا شاہ سلیم پوری کی دختر سے آپکی کدخدائی ہوئی۔ آپکے ہاں ایک لڑکی تولد ہوئی۔ سیدہ جو کہ نہایت عابدہ تھیں اولاد نرینہ نہ ہونے سے نہایت غمگین اور ملول خاطر رہتی تھیں۔ ایک روز آپنے حضرت سیدنا کی خدمت میں عرض حال کرکے دعا کی درخواست کی۔ آپنے انکی دلجوئی کی اور تولد فرزند کی بشارت کے ساتھ فرمایا کہ اس لڑکی سے تمہاری نسل بہت ترقی

جلال ابدال در آری و نیز تراپسرے خواہد شد ہمچنان بظہور پیوست سنہ ۹۳۰ھ بود کہ امیر سید قتال قادری تولد فرمود -

کریگی. چنانچہ ایساہی ہوا۔ آپکی دختر سید سلیمان بن سید جلال ابدال کے عقد نکاح میں آئیں۔ اور سنہ ۹۳۰ھ کو آپکے ہاں لڑکا بھی تولد ہوا جن کا نام امیر سید قتال رکھا گیا۔

احوال و مناقب بعض خلفاء سیدنا رضی اللہ عنہ

شیخ الشیوخ شیخ حسن قدس سرہٗ بن شیخ عبد اللہ المدنی القرشی آن سالک راہ الٰہی تفقہ و سماع حدیث دارد از علما عرب او نخستین مرید صادق سیدنا رضی اللہ عنہ است از و کشف و کرامت اکثر بوقوع پیوست از انجملہ یکے این است

شیخ الشیوخ شیخ حسن قدس سرہٗ بن شیخ عبد اللہ آپ کا وطن مالوف مدینہ منورہ تھا اور آپ خاندان قریش سے تھے آپنے فقہ اور سماع حدیث کی سند علمائے عرب سے حاصل کی سب سے پہلے آپ ہی حضرت کے حلقۂ ارادت میں داخل ہوئے آپ سے اکثر کرامات ظہور میں آئیں انمیں سے ایک یہاں لکھی جاتی ہے

منقبت

چون اوصاف سیدنا رضی اللہ عنہ در گوش مردمان دیار پر ساخت یکے از مشائخ نواحی از کینہ سینہ پر ساختہ دعوت حسودانہ سیدنا رضی اللہ عنہ کرد۔ وے رضی اللہ عنہ شیخ حسن و مرا با خدماء چند بعوض خود فرستاد۔ بخیمہ فرود آوردہ طنابش مقطوع ساختند۔ خواست تا برسر ما بان افتد۔ شیخ الشیوخ شیخ حسن بالا نگریست وگفت شرط مہمانداری بجا آر

جب حضرت سیدنا کے کشف کرامت اور کمالات کا شہرہ اطراف وجوانب میں پھیلا تو قریب کے کسی شیخ کے دلمیں آتش حسد بھڑک اٹھی اس نے حضرت سیدنا کو دعوت دی اور اس سے مقصد یہ تھا کہ کسی بہانہ سے آپکا کام تمام کردے حضرت سیدنا خود تو تشریف نہ لیگئے لیکن مجھے اور شیخ حسن کو چند خادموں کے ساتھ بھیجدیا۔ جب ہم خیمہ میں داخل ہوئے تو شیخ کے آدمیوں نے خیمہ کی طنابوں کو کاٹ دیا۔ تاکہ ہم اسکے

قائم ماند۔ بعد ساعتے لرزان و ترسان صاحب دعوت آمد بدید ند تا چہ گونہ آن استادہ است۔ زمانیکہ از درون شیخ حسن با مایان برون آمد بر تنش افتاد وضرب ستون عظیم القدر خورد۔ شیخ حسن گفت صدق القول رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم من حفر بئرًا لاخیہ فقد وقع فیہ وہمچنین مناقب بسیار او است۔ سال تاریخ وفات شیخ الشیوخ شیخ حسن رضی اللہ تعالےٰ عنہ ۔

نیچے آکر دب جائیں۔ شیخ الشیوخ شیخ حسن نے نگاہ اٹھائی اور زبان فیض ترجمان سے فرمایا کہ یہ امر شرط مہمانداری کے خلاف ہے آپکا یہ فرمانا تہا کہ خیمہ قدرت الٰہی سے وہیں کا وہیں ٹھیر گیا۔ صاحب دعوت کی نیت اور خیال تو کچھ اور ہی تہا اس نے جب دیکھا کہ خیمہ بدستور کھڑا ہے وہ گرتا پڑتا یہ امر دیکھنے کو آیا کہ باوجود ستون کے کاٹ دینے کے خیمہ کسطرح استادہ ہے ہم تو باہر نکل آئے صاحب دعوت ابھی اندر ہی تہا کہ خیمہ یکلخت گر پڑا اور ایک بھاری ستون نے اسے سخت مجروح کر دیا۔ شیخ حسن نے فرمایا سچ ہے چاہ کن را چاہ در پیش۔ آپکے مناقب بیشمار ہیں ۷۴۸ھ میں وفات پائی

حسن کو کار او جملہ حسن شد
منقامش با کران روئے عدن شد

زہجرت ہشتصد چہل وہفت بود
کہ جانِ پاک اُو بیرون زتن شد

احوال شیخ المشائخ شیخ محمد مجذوب

علوم ظاہری در بغداد حاصل نمودہ بدست سیدنا رضی اللہ عنہ توبہ کرد وشمہ از احوال او مذکور شد در ینجا فروگذاشت۔

آپ نے علوم ظاہری کی تحصیل بغداد میں کی۔ اور حضرت سیدنا کے ہاتھ پر توبہ کی۔ چنانچہ اسکا تذکرہ پہلے گذر چکا ہے اعادہ کی ضرورت نہیں۔

مَنقبت

او تا تحریر مد ہوشانہ مے ماند بر

کتاب ہذا کی تحریر کے زمانہ تک آپ

دہنش اگر آتش آید سمندروار میگردد و آبلہ ظاہر نمی شود و بر آب غرق ندارد ؎

مدہوشانہ زندگی بسر کرتے تھے آپکے کمال کے متعلق صرف یہی کہنا کافی ہے کہ نہ تو آپکو آگ جلاتی تھی اور نہ پانی غرق کرسکتا تھا آپکے کمالات بیحد وحساب ہیں

حال بیرون زگفتگو دارد
خوشترین ذات زنگ و بو دارد
چہ نویسد جمال آن کس را
آنکہ چون آفتاب رو دارد

احوال شیخ المشائخ عالم زمان

تفقہ و سماع حدیث حصول از ہندکردہ ولادت او ہمدرین ملک شدہ چنانچہ ذکر او بالا رفت ۔

آپکا مولد ہندوستان ہے اور یہیں آپنے فقہ اور سماع حدیث کی تعلیم حاصل کی آپکا کسی قدر حال گذشتہ صفحات میں حوالۂ قلم ہوچکا ہے۔

منقبت

او متقی و مصلّی و عابد و صاحب حال و مقام بود و مرید سید نا رضی اللہ عنہ شد در بیابان نرہنا بود سخت متشرع کہ گاہے بر وسکر و صحو و طرب و حزن غلبہ نکرد و دیگران احوال غیر از شرع بر وراہ نداده از اقوال اوست کرامت را آمد و شد چون بازی بازیگران دیدم و کشف را گرد دار بر چیدم ؎

آپ تقویٰ و پرہیزگاری اور زہد و اتقا میں شہرۂ خاص رکھتے تھے مریدان صاحب حال و مقام بھی تھے۔ حضرت سید نا کے ہاتھ پر بیعت کی صحرائے نرہنا میں بود و باش رکھتے تھے آپ احکام شریعت کی نہایت سختی سے پیروی کرتے تھے۔ یہانتک کہ آپ پر کبھی سکر وغیرہ کا غلبہ نہ ہوا اور نہ کوئی دیگر امور خلاف شریعت آپ سے کبھی سرزد ہوئے آپکا قول ہے کہ میں کرامت کو بازیگروں کا کھیل جانتا ہوں اور کشف کو مینے حوالۂ دار کردیا۔

جز عبادت ندیده ام چاره
زیر این کوزه پشت مکاره

و وفاتِ او رضی اللہ عنہ ہشت صد و پنجاہ۔ قبر او در امجہر۔

آپ نے ۸۵۰ھ میں امجہر میں وفات پائی اور وہیں مدفون ہوئے۔

احوال سید علاء الدین تبریزی بن سید نصیر الدین تبریزی

سید صحیح النسب نسب شریفش با امام حسین رضی اللہ عنہ میرسد۔ صاحب علم و فضل بود و اوصاف بیشمار داشت شمہ ازان بالا ذکر یافتہ۔

آپ سید صحیح النسب ہیں آپکا شجرۂ نسب امام حسین رضی تک پہنچتا ہے آپ صاحب علم و فضل اور بیشمار اوصاف سے متصف تھے آپکے بعض حالات پہلے گذر چکے ہیں۔

مَنقبت

روزے سیدنا رضی اللہ عنہ از و طلب چراغ کرد باد تُند وزید شعلہ آتش آسود۔ سید علاء الدین گفت روشن شو۔ شد۔ سیدنا رضی اللہ عنہ فرمود این چہ بود گفت بے ادبی بود۔

ایکمرتبہ حضرت سیدنا نے آپ سے چراغ طلب فرمایا۔ ہوائے تیز و تُند کے جھونکوں نے اسے گل کر دیا۔ سید علاء الدین نے حکم دیا کہ جل جا چنانچہ ایسا ہی ہوا آپ نے سنہ ۹۱۱ھ میں وفات پائی۔

سید او را چو در کنار گرفت — دامن لیل را نہار گرفت
در زمان جان داد از سرِ شوق — آتش عشق او شرار گرفت
عشق صادق شود چنین کس را — وقتِ وصل آنکہ او قرار گرفت

سال تاریخ نہ صد و دہ و یک
نیک بشمار تو کہ بار گرفت

احوال مخدوم ملک تاج الدین

معروف بعوام کھنڈاداری (کھانڈا دھاری)

عوام میں آپ کھنڈاداری (کھانڈا دھاری)

کہ وصف زمان بود و عالم بود و مرید سیدنا رضی اللہ عنہ شد و چند سال در صحبت سیدنا رضی اللہ عنہ بود در اندک روز ہا نفع بسیار داشتہ بعد از وفات او رضی اللہ عنہ آمد و شد اُو بر قائم مقام آن امام رضی اللہ عنہ امام الامام سید معین الدین اطال اللہ عمرہٗ شب و روز داشت۔

کے نام سے مشہور تھے۔ آپ نے علم وفضل سے حصۂ وافر پایا تہا اور حضرت سیدنا سے آپکو ارادت و بیعت تھی چند سال آپکی صحبت میں رہنے بخت مساعد تہا تھوڑے دنوں میں بیشمار فیض حاصل کئے۔ سیدنا رضی اللہ عنہ کی وفات کے بعد اکثر امام الامام سید معین الدین کی خدمتمیں دن رات حاضر رہتے اور آپ کے فیض صحبت سے بہرہ ور ہوتے۔

منقبت

از زبانش ہرچہ برمی آید برمی آید لیکن صفت غضب شیر دارد یقین است از مصاحبت سلیم الطبع مبدل خواہد شد۔ قال النبی علیہ السلام الصحبت موثر ؎

آپکی زبان سے جو کچھ نکلتا وہ پورا ہوئے بغیر نہ رہتا۔ دوستوں کے حق میں تو آپکی زبان آبحیات سے کم نہ تھی لیکن دشمنوں کے لئے زہر ہلاہل کا کام دیتی تھی لیکن غضب شیر کی صفت ہے امید ہے کہ امام الامام کی صحبت اسے سلامت طبع میں تبدیل کردیگی

بدوستان زبانش بمثل آبحیات
بدشمنان تو گوئی کہ زہر وار صفات

احوال سید سلیمان مشہدی

بن سید اخی سراج عالم است۔ بعد از ہوائے دنیوی میلش بمجاہدہ روئے داد ہمہ اموال خود را بفقراء و مساکین دادہ روئے بہ آستانۂ عالیہ اجمیر آورد۔ در

سید سلیمان مشہدی بن سید اخی سراج عالم نے ناز و نعم میں پرورش پائی جب دنیا سے دل سیر ہوا تو اپنا تمام مال و اسباب فقرا و مساکین میں تقسیم کردیا مجاہدہ کے شوق نے طبیعت کو گدگدایا اور اجمیر شریف

سنہ ۹۲۰ھ استفادہ از حضرت سیدنا رضی اللہ عنہ کرد و خلافت گرفت فقر از چہرۂ او دلالت میکند و استغنا برکمال دارد ؎

میں آستانہ عالیہ پر حاضر ہوئے اور حضرت سیدنا رضی اللہ عنہ کی خدمت میں رہ کر استفادہ کیا۔ سنہ ۹۲۰ھ میں خرقۂ خلافت سے مشرف ہوئے۔ فقر و درویشی کی آپ زندہ تصویر تھے ؎

عارفان راست خوشترین مزاج
کہ بعالم و حق نہ اند محتاج

احوال سید شمس الدین حسنی و سید علی مانک پوری

از خلفاء متاخرین سیدنا رضی اللہ عنہ اند لیکن بیشتر از آمدن سید سلیمان مشہدی بہ سعادت ابدی رسیدند و بزرگ روزگار خود بودند و بصلاح و تقوےٰ کوشیدہ قطرہ از عشق چشیدہ لیکن پسر سید علی را شرافت است بر پدرش و نامش سید شہباز او بغایت فقر و فقیر است

آپ سیدنا رضی اللہ عنہ کے خلفائے متاخرین میں سے ہیں اپنے زمانہ کے بزرگوں میں سے تھے۔ صلاح و تقویٰ کے لباس سے آراستہ و پیراستہ۔ اور عشق حقیقی کے جام کے جرعہ کش۔ لیکن سید شہباز اپنے باپ سید علی سے بھی اس میدان میں گوئے سبقت لے گئے تھے۔

منقبت

اکثر اوقات او را مردمان چند جائے ہا بعید بعید مے دیدند۔ و این سید شہباز ارشاد از سیدنا رضی اللہ تعالےٰ عنہ و سید معین الدین دارد۔ بیشتر از جلال الدین ابدال ؎

سید شہباز نے حضرت سیدنا سید معین الدین اور سید جلال الدین کی صحبت فیض اثر سے باطنی نعمتیں حاصل کیں جسطرح آفتاب عالمتاب کوہ و بیابان و جنگل و امصار میں ہر جگہ جلوہ افروز نظر آتا ہے آپکو بھی اکثر اوقات مختلف اشخاص ایک ہی وقت میں متعدد مقامات پر دیکھتے تھے۔

یکے بود بنمود ہر سو جمال | زوحدت بکثرت رسیدش کمال

چو خورشید تاباں بہر خانۂ
بکوہ و بدریا و ویرانۂ

اَحوال حکیم سیّد منور کٹمبوی

علم صوری کہ در دیار کٹمبہ[۱] حصول ساخت حکیم وقت خود است اشتہار دارد برائے صوم و صلوٰۃ تا ازان درست اداشود برکمال میداند و بر سجادۂ شرعِ مستقیم و کریم است و ترس الٰہی بشیتر دارد و امید از الطاف او عزّ و جل ہمچنان ؎

علم ظاہری آپ نے کٹمبہ میں حاصل کیا اپنے وقت کے مشہور حکیم تھے اکثر اپنے اوقات نماز روزے میں گذارتے تھے۔ اتباعِ شریعت میں نہایت تندہی و جدوجہد سے کام لیتے تھے۔ خدا کے خوف سے ہمیشہ ترساں اور اسی کی درگاہِ بے نیاز سے لطف و عنایت کے امیدوار رہتے تھے۔

بزرگ است نزدیک من آنکسے
کہ امید و ہم خوف دارد بسے

احوالِ مؤلّف

احوال این جان و مان علّی[۲] شیر بجز | آخر میں صاحب تالیف اپنی نسبت تحریر فرماتے

---

۱ کٹمبہ یہ موضع ضلع گیا ڈویزن اورنگ آباد میں موجود ہے یہاں مصنف رسالہ منقبت محمدیہ یعنی حضرت علی شیر شیرازی رحمۃ اللہ علیہ کی قبر شریف موجود ہے آپ صاحب ولایت بزرگ تھے حضرت سیدنا رضی اللہ عنہ نے اخیر وقت میں آپکو ان اطراف کی ولایت عطا کی۔

۲ حضرت علی شیر شیرازی رحمۃ اللہ علیہ حضرت سیدنا رضی اللہ عنہ کے خلفاء میں اعلےٰ مرتبہ رکھتے تھے آپکی بیعت کا حال پڑھنے سے معلوم ہوگا۔ اللہ اللہ اپنے آپکو کس عاجزی و انکساری سے روشناس کرانا چاہتے ہیں۔

رنج بطلب گنج نیست بدیں میکوشد و دین را مے فروشد۔ بہر حال لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ گویان است۔	ہیں کہ علی شیر مزخرفات دنیوی کا والہ وشیدا حرص دنیوی میں گرفتار دین فروشی کر رہا ہے بہر حال شکر ہے کہ کلمہ لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ کا تو کہنے والا ہے۔

خاتمہ کتاب در سالِ تاریخ کتاب بطریق نغمہ گوید

پس از مرگِ سیّد منوّر زمن[لہ]
مرا گفت این جملہ را بزنگار
گرفتم قلم را بہ بستم دو لب

شنید این سخنہا چو در انجمن
کہ ماند ز تو در جہان یادگار
نوشتم مناقب ہمہ در سہ شب

تو از حرفِ فاعل و ظرفِ زمان
بجن سالِ تاریخ گفتن عیان

الحمد للہ کہ این رسالہ مسمیٰ بہ مناقب محمدیہ مع ترجمہ اردو باسم "حیات سیدنا" از قلم شکستہ رقم حکیم سید شاہ انیس احمد قادری ابن السید شاہ حسن احمد قادری نور اللہ مرقدہٗ داؤد نگری در ۱۳۴۰ھ ہجری ترقیم یافت ؎

نمی گردید کوتہ رشتۂ معنی رہا کردم
حکایت بود بے پایان بخاموشی ادا کردم

[لہ] اس رسالہ منقبت محمدیہ کو حضرت علی شیر شیرازی رحمۃ اللہ علیہ نے حسب فہمائش حکیم سید منور کٹھوی کے تین شب میں تحریر فرمایا تھا۔ اسی کی طرف اس قطعۂ تاریخی میں اشارہ فرماتے ہیں۔ خدا نے چاہا تو بہت جلد کتاب اذکار طیبہ میں ان بزرگواروں کے حالات مفصل عرض کروں گا۔ بمنہ کرمہ تعالےٰ۔ ۱۲

(نوٹ) حضرت سیدنا رضی اللہ عنہ کی تصانیف میں ایک دعا موسومہ حذب الادعیہ سے موجود ہے جو خاص طور پر آپکی اولاد کے لئے مخصوص سمجھی جاتی ہے۔ اس کا ذکر اذکار طیبہ میں آئے گا۔ انشاء اللہ تعالےٰ ✣

فہرست مضامین کتاب حیات سیدنا

رموز الاطباء جلد اول

(طبع ثالث)

صدہا مجربات کا نایاب ذخیرہ ایکسو ساٹھ طبی خاندانوں کی کمائی ہاؤس اور امراض کے صحیح مجربات جو لاہور کے مشہور مؤلف اور طبیب جناب حکیم محمد فیروز الدین صاحب ایچ پی ایل ایل مالک و ایڈیٹر رفیق الاطبا نے اپنے ذاتی تعلقات اور کثیر الاشاعت شہرہ آفاق طبی رسالہ (الحکیم) کے ذریعہ چار سال کی لگاتار اور سر توڑ کوشش۔ صرف زر کثیر۔ انگنت پیدل اور سواری کے سفر اور بے انتہا جسمانی تکالیف اٹھانے کے بعد فراہم کئے ہیں۔ یہ کتاب طبی دنیا میں اپنی قسم کی پہلی کتاب ہونے اور خاص طور پر مفید ہونیکی وجہ سے بے حد قدر و منزلت کی نظر سے دیکھی جارہی ہے۔ اس کتاب میں ۱۶۰ کے قریب ہندوستان کے طبیبوں اور ویدوں کے حالات زندگی طبی مذکور ہونیکے علاوہ انکی ہاف ٹون عکسی تصویریں اور انکے ذاتی اور خاندانی سینہ کے مجربات بھی درج ہیں جو تعداد میں ۱۹۰۰ کے قریب ہیں۔ مختصر یہ کہ اس کتاب میں ایسے مجربات جمع ہو گئے ہیں جو اس سے پہلے اپنے ممبران خاندان کے سوائے کسی دوسرے پر ظاہر کئے جانے سخت معیوب سمجھے جاتے تھے۔ یہ کتاب یقیناً ہمارے نئے فارغ التحصیل اور کہنہ مشق اطبا کی تمام مشکلات دور کرنیکا باعث ہونگے

قریباً ہر مشکل ہاؤس اور کثیر الوقوع امراض کے

صحیح اور مجرب نسخہ جات اس کتاب میں موجود ہیں۔ ہر طبیب اور غیر طبیب اس کتاب سے یکساں فائدہ اٹھا سکتا ہے کتاب کے ساتھ فرہنگ۔ ضروری بوٹیوں اور قابل تشریح الفاظ کی توضیح اور دیگر ضروری سہولتیں بہم پہنچانے میں پوری کوشش سے کام لیا گیا ہے۔ تقطیع $\frac{18 \times 22}{8}$ حجم ۹۲۵ صفحے۔ لکھائی چھپائی عمدہ۔ کاغذ اعلےٰ ۱۹۰۰ نسخہ جات اور ۱۹ ہاف ٹون تصاویر۔ جلد ولایتی سنہ ہے جس کے پشتہ پر سنہری حروف میں کتاب کا نام لکھا ہے۔ ملک کے نامور اطبا اسکی تعریف میں رطب اللسان ہیں۔ کتاب دیکھنے سے تعلق رکھتی ہے۔

قیمت بلا جلد (صہ) مجلد (صہ ۱۲؍) محصولڈاک بذمہ خریدار۔

معدن الاکسیر

یا کشتہ جات فیروزی

مؤلفہ رفیق الاطبا حکیم محمد فیروز الدین صاحب ایچ پی ایل ایل مالک و ایڈیٹر رفیق الاطبا و الحکیم لاہور

اس کتاب میں ان سب امور کا ذکر کر دیا گیا ہے جن کا جاننا کشتہ سازی کے لئے ضروری ہے اور ہر مذاق کے بے شمار کشتہ جات کو اسمیں جمع کیا گیا ہے۔ جو تعداد میں ۳۵۰ کے قریب ہیں۔ دیباچہ کے علاوہ سب سے پہلے اس امر پر بحث کیگئی ہے کہ آیا کشتہ جات کا استعمال جائز اور مفید بھی ہے یا کیا! اور جسقدر اعتراضات مخالفین کشتہ جات نے آجتک اس کے غیر جائز ہونے پر بیان کئے ہیں ان سب کو وضاحت کے ساتھہ لکھکر معقول اور مضبوط دلائل سے ان کے جواب دیئے گئے ہیں جو ایک مزید اور دلچسپ بحث ہے۔ پھر کشتہ جات کے متعلق حکما کے چند اقوال۔ کشتہ جات کی تیاری اور استعمال کے متعلق شرائط۔ بعض مشہور اور کثیر الاستعمال اشیا کے کشتہ جات کی پختگی کے علامات۔ پٹ جنتر وغیرہ آگ دینے کے طریق۔ گل حکمت اور کپر وٹی کے اصول اور نسخہ جات۔ دہاتوں اور اُپدہاتوں کے تصفیہ کے اصول و طریق پر مفصل بحث و نوٹ لکھے گئے ہیں۔ بعد ازاں ترتیب وار ہر دہات اُپدہات کے متعدد اور مشکل و آسان ترکیبوں سے کشتہ جات بنانے لکھے گئے ہیں! اور تمام مشکلات کو حل کیا ہے۔ جنکی تفصیل حسب ذیل ہے۔

ہر ایک شے کے عام خواص اور ہر کشتہ کے خاص خاص خواص مفصلاً دیئے گئے ہیں۔ ان تراکیب میں سے بہت سی مؤلف کی اپنی ذاتی تجربہ ہیں! اور اکثر آپکے خاندان کی۔ باقی مستند اور معتبر طبیبوں کی بیاضوں اور بعض خاص خاص کتابوں سے منتخب کئے گئے ہیں۔ گویا ہر مذاق کا سامان جمع کر دیا گیا ہے آسان ترین تراکیب اور مشکل ترین سب اسمیں آگئی ہیں۔ سب دہاتوں اُپدہاتوں وغیرہ کے اصطلاحی نام جمع کر دیئے گئے ہیں! اور ان بوٹیوں کا حلیہ بھی لکھدیا گیا ہے جنکا ذکر اس کتاب میں آیا ہے۔ غرضیکہ کتاب کو مفید بنانیمیں ہر ممکن کوشش کیگئی ہے۔

قیمت فیجلد (۱۲؍) حجم قریباً ۲۰۰ صفحے

ملنے کا پتہ:- دفتر دار الکتب رفیق الاطباء و الحکیم رفیق منزل موچیدروازہ لاہور